

مقام کی لائی



سیر حجازی



ثقافت کی تلاش

نسیم حجازی



قومی کتب خانہ

۱۹۔ فریدوز پور روڈ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ثقافت کی تلاش

مصنف نسیم حجازی

ناشر محمد احسن ہمایوں
برائے قومی کتب خانہ، لاہور

طابع محمد احسن ہمایوں

مطبع تعمیر و شنگ پریس
۱۹۔ فیروز پور روڈ لاہور

تعداد تین ہزار (۳۰۰۰)

قیمت بارہ روپے ۱۲/-



جون ۱۹۸۳ء

قومی کتب خانہ، ۱۹، فیروز پور روڈ — لاہور

پیش لفظ

”ثقافت کی تلاش“ کے ابتدائی دو منظر ۱۹۵۶ء میں لکھے گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب نام نہاد ترقی پسندوں کا لشکر ثقافت کے محاذ سے پاکستان کی اخلاقی اور روحانی قدروں کے حصار پر دھاوا بول چکا تھا۔ وہ ”عظیم فن کار“ جو اس سے قبل ادب کے نام پر فحاشی کی تجارت کیا کرتے تھے، عوام کی بے اعتنائی سے مایوس ہو کر اب اپنے نحیف کندھوں پر ”ثقافت“ کی خدمت کا بوجھ اٹھا چکے تھے۔

اس کا نصب العین اب بھی وہی تھا، جو پہلے تھا صرف راستہ بدل لیا گیا تھا۔ اس دور کے سیاسی حالات کسی تشریح یا تبصرے کے محتاج نہیں۔ ہمارا ہر قدم پستی کی طرف اٹھ رہا تھا، لیکن اس کے باوجود یہ ”فن کار“ محسوس کرتے

تھے کہ پاکستان کے ملی حصار پر اخلاقی اور روحانی قدروں کا وہ
پہرہ موجود ہے جسے ہٹائے بغیر وہ اپنے لیے ایک سازگار ماحول
پیدا نہیں کر سکتے۔ اور اسی مہم کی تکمیل کے لیے ان زندہ دلوں نے
قلم پھینک کر ڈھول اور طبلے اٹھالیے تھے۔ یہ محض حادثہ نہیں
تھا کہ اس مہم میں ہمارے ترقی پسندوں کو ملی اتحاد کے ان بدترین
دشمنوں کی تائید حاصل تھی، جو علاقائی ثقافتوں کو علاقائی منافرتیں بیدار
کرنے کا آسان ذریعہ سمجھتے تھے۔

ثقافت کی تلاش کو فنی اعتبار سے ڈرامے، کہانی یا ناول
کی صنف میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۹۵۶ء میں راقم الحروف نے
”ثقافت“ کی حمایت میں بعض ”فن کاروں“ کا داویلا سن کر ایک
قہقہہ لگایا تھا اور یہ قہقہہ اس قدر بے ساختہ تھا کہ اس کو
ادب کی کسی خاص صنف کا نام دینا نامناسب معلوم ہوتا تھا۔ ثقافت
اور کلچر کے الفاظ میں بظاہر کوئی ہنسی یا مذاق کی بات نہ تھی۔ میرے
قہقہے کی وجہ صرف یہ تھی کہ جو ”کولمبس“ اور ”واسکو ڈی گاما“ اپنے
پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر ”ثقافت“ کی تلاش میں نکلے تھے، مجھے ان
کی ذہنی کیفیت کا علم تھا۔

”ثقافت کی تلاش“ کی پہلی قسط غالباً ۱۹۵۶ء کی سر دیوں
میں تعمیر انسانیت میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت مجھے یہ خیال بھی
نہ تھا کہ یہ ”طویل اور مختصر“ قہقہہ جسے ثقافت کے متلاشی انتہائی
”رجبت پسندانہ“ قرار دیں گے، قارئین کو اس قدر پسند آجائے گا
کہ وہ منجھ سے کامریڈ نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ کی مکمل سرگزشت لکھنے کا مطالبہ

کریں گے۔ میں قریباً تین سال کے بعد یہ مطالبہ پورا کر رہا ہوں اور میرا مقصد ان دنوں کی یاد تازہ رکھنا ہے، جب کہ ہمارے ترقی پسند احباب طلبوں کی تھاپ اور گھنگھروں کی چھنا چھن کو اس نوزائیدہ مملکت کی بنیادیں ہلا دینے کے لیے کافی سمجھتے تھے۔

نسیم حجازی

ایبٹ آباد۔ مارچ ۱۹۵۹

پہلا منظر

ایک عالی شان مکان کے کشادہ کمرے میں "ترقی پسندوں" کا جلسہ ہو رہا ہے۔
 میاں الف دین جنہیں ان کے ساتھی کامریڈ الف کے نام سے پکارتے ہیں، کرسی صدارت پر
 رونق افروز ہیں۔ حاضرین جلسہ کی تعداد ۱۳ ہے اور انہیں ناموں کی بجائے نمبروں سے
 پکارا جاتا ہے اور ہر شخص کے سینے پر ایک پتہ لگا ہوا ہے جس پر اس کا نمبر درج ہے۔
 کامریڈ الف: (اٹھ کر) دوستو اور ساتھیو! میں نے آپ کے اصرار پر اس جلسہ کی کارروائی
 میں حصہ لینے کے لئے چند منٹ نکالے ہیں۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آج چائے
 پینے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے جلسہ کی کارروائی فوراً شروع کر دی جائے میرا
 یہ مطلب نہیں کہ آج میرے گھر سے آپ کو چائے نہیں ملے گی۔ آپ کو چائے کے ساتھ
 ایک پیسٹری اور کیاب وغیرہ سب کچھ ملے گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس جلسہ
 کی کارروائی ختم کر کے آپ سے رخصت ہوں اور آپ اطمینان سے چائے نوش
 کریں۔ اب ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ ہمارے طریق کار
 میں کوئی ایسی خامی ضرور موجود ہے جسے دور کئے بغیر ہم عوام کو اپنی طرف راغب نہیں
 کر سکتے۔ ہمیں اب یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیے کہ پاکستان کے عوام کوئی ایسا عقیدہ قبول

کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے جو اپنی ظاہری صورت میں اسلام کے نظریات سے متصادم ہو۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے نعروں میں عوام کے لئے دلچسپی اور تفریح کا سامان پیدا کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اگر اسلام کے مقابلے میں کمیونزم کا نعرہ لگانے کی بجائے اسلام کا نام لے کر سادہ دل عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں تو یہ کام نسبتاً آسان ہوگا۔ مثلاً ہم عوام کو یہ سمجھا سکتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود ان کا یہ انسانی فرض ہے کہ وہ اپنی ثقافتی روایات کو زندہ رکھیں۔ ایک عام آدمی کے لئے ثقافت یا کلچر کا مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔ ہمارا اولین کام یہ ہونا چاہیے کہ ثقافت یا کلچر کے نعرے عوام کے کانوں تک پہنچا دئے جائیں اور انہیں بار بار اس بات کا احساس دلایا جائے کہ یہ کوئی ایسی شے ہے جس کے بغیر ایک انسان انسان نہیں رہتا۔ مسلمان رقص سے نفرت کرتے ہیں لیکن تہذیب اور کلچر کی ڈھائی دے کر انہیں باآسانی گمراہ کیا جاسکتا ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان میں ایک ایسا فارغ البال طبقہ موجود ہے جو خوابوں کی جنت میں رہنا چاہتا ہے۔ یہ ہماری حماقت تھی کہ ہم ان بندگانِ عیش و نشاط کو بوڑھ و اکہہ کر اس قدر چڑھاتے رہے ہیں کہ وہ کمیونزم کو اپنے لئے ایک بڑا خطرہ سمجھ کر اسلام پسندوں کی پناہ میں چلے گئے ہیں۔

میں اس بات کا عملی تجربہ کر چکا ہوں کہ اگر ہم بدتر سے کام لیں تو اسلامی قدروں کی بیخ کنی کے لئے ایسے لوگوں کا تعاون ہر وقت حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب روس نے کلچرل مشن کے نام سے چند سازندے اور قاصدائیں یہاں بھیجی تھیں تو اس طبقے سے تعلق رکھنے والے کمیونزم کے بدترین دشمن بھی ان کے مقابلے دیکھنے کے لئے اگلی صف میں بیٹھنا پسند کرتے تھے۔ مسلمانوں نے گانے والوں اور ناچنے والیوں کے لئے ایسے الفاظ ایجاد کئے ہیں کہ ایک عام آدمی ان سے کراہت محسوس کرتا ہے لیکن اگر ایسے الفاظ کی جگہ اچھے الفاظ رائج

کئے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں اس قدر کراہت محسوس ہو۔ مثلاً ایک گراہو
 انسان بھی اپنی بہو بیٹی یا بہن کے لئے بقاعدہ کا نطفہ سنا پندر نہیں دیے گا۔ لیکن اگر
 اُسے آرٹسٹ کہہ دیا جائے تو اُسے پریشانی نہیں ہوگی۔ پھر اگر آپ کسی شریف زادہ کو یہ
 دعوت دیں کہ چلے صاحب آج فلاں جگہ ناچ دیکھ آئیں تو وہ لاجول ولاقوہ پڑھ دے گا
 لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ آج فلاں جگہ کلچرل شو ہے اور مجھے آپ سے یہ توقع ہے کہ آپ
 قومی ثقافت کی سرپرستی فرمائیں گے تو ممکن ہے کہ وہ بیس تیس روپے کا ٹکٹ خریدنے
 پر آمادہ ہو جائے۔

کامریڈ ۱ : جناب میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ آپ جن اسودہ
 حال لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ اگر ہر روز چوبیس گھنٹے رقص و سرود کی محفلیں منعقد کریں
 تو بھی ہماری تحریک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ یہ لوگ اسلام کے ضابطہ اخلاق سے
 منحرف ہو کر بھی کمیونزم قبول نہیں کریں گے۔ ہماری تحریک کا مقصد تو یہ ہے کہ عوام کو ان
 کی غربت کا واسطہ دے کر ایسے لوگوں کے خلاف مشتعل کیا جائے۔

کامریڈ الف : تشریف رکھئے! میں نے ابھی بات ختم نہیں کی۔
کامریڈ ۳ : عک، عک، عک (ایک زبان ہو کر) بیٹھ جاؤ! ورنہ تمہیں پارٹی سے نکال دیا جائیگا
کامریڈ ۱ : بد دل سا ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

کامریڈ الف : آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو بیماری کسی قوم کے طبقہ اعلیٰ میں شروع
 ہوتی ہے اُسے عوام تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔ ان لوگوں کو کلچر یا ثقافت کی سرپرستی
 پر آمادہ کر کے ہم عوام میں یہ تاثر پیدا کر سکتے ہیں کہ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے نام پر جو
 رقص و سرود ہوتا ہے وہ اس ناچ گانے سے یقیناً مختلف ہے جیسے اسلامی شعائر کے خلاف
 سمجھا جاتا ہے۔ ثقافت کی حمایت میں ہمارے نعرے ابتداءً اس فارغ البال طبقے کو
 متاثر کریں گے جو کسی ضابطہ اخلاق کی سختی کے ساتھ پابندی نہیں کرتا۔ اس کے بعد

عوام خود بخود ان کے پیچھے چل پڑیں گے۔

کامریڈ علی : معاف کیجئے! میں پھر خاموش نہیں رہ سکتا۔ آپ پرسوں یہ شکایت کر رہے تھے کہ ہم نسلی اور علاقائی عصبیتوں کو ابھار کر بھی عوام میں انتشار نہیں پیدا کر سکے۔ لیکن اب آپ خود ہی انہیں ثقافت اور کلچر کے نام پر متحد کرتے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

کامریڈ الف : (جھنجھلا کر) کامریڈ! اگر تم روس میں ایسی لغو بات کہتے تو تمہیں یقیناً ساٹیریا بھیج دیا جاتا۔ میں ان خواص اور عوام کو کمیونزم کے خلاف نہیں بلکہ اسلامی تہذیب کے خلاف متحد دیکھنا چاہتا ہوں۔

کامریڈ علی : لیکن آپ ہی تو کہا کرتے ہیں کہ پاکستان کے اندر عوام کے اتحاد کی ہر بنیاد یہاں کمیونزم کے مستقبل کے لئے خطرناک ہے۔

کامریڈ الف : تم نے بدھو ہو۔ بہر حال میں تمہیں یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ جب پاکستان کے عوام کو کلچر اور ثقافت کا بخار چڑھے گا تو ہم اپنے ترکش سے نئے تیر نکالیں گے۔ ہم یہ نعرہ لگائیں گے کہ پاکستان میں ہر خطے اور ہر علاقے، ہر قبیلے اور ہر نسل کے انسانوں کی ثقافت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس لئے ہم انہیں ایک قومی وحدت میں جذب کرنے کی ہر کوشش کو ان کے جداگانہ کلچر، تہذیب اور ثقافت پر حملہ تصور کرتے ہیں۔ ہم مختلف خطوں میں بسنے والے قبیلوں اور برادریوں کو یہ سمجھائیں گے کہ تمہارے لوگ ناچ دوسرے قبیلوں اور برادریوں سے مختلف ہیں۔ اور یہ لوگ ناچ تمہاری علیحدہ علیحدہ ثقافتوں کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اگر تم ایک قومی وحدت میں جذب ہو گئے تو یہ قیمتی سرمایہ جس سے تمہاری انفرادیت قائم ہے ضائع ہو جائے گا۔ ہم نسلیت اور علاقائیت کے نام پر پاکستان کی وحدت کا شیرازہ منتشر کرنے میں ناکام رہے ہیں اور یہ اس لئے کہ اسلام کا نعرہ ابھی تک عوام کے لئے زیادہ دلکشی کا سامان رکھتا ہے۔ لیکن جب یہ لوگ قص اور موسیقی کے دلدادہ بن جائیں گے تو چند برس کے اندر اندر

عیاشی، فحاشی، ذہنی انتشار اور اخلاقی بے راہ روی کا ایک ایسا سیلاب اٹھنے لگا جو اسلام پسندوں کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ جب اسلام کا نام آتا ہے تو عوام اپنے نسلی، علاقائی اور ثقافتی اختلافات بھول کر ایک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلامی قدروں کی بیخ کنی کے بعد ہم عوام کو ان کی جداگانہ ثقافتوں کا واسطہ دے کر علاقائی عصبیتوں کو پوری شدت کے ساتھ بیدار کر سکیں گے۔

(حاضرین تالیاں بجاتے ہیں)

کامریڈ علی: جناب! میں اپنی گستاخی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ اب آپ کی بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم نے یہ مہم پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی کیوں نہ شروع کر دی۔

کامریڈ علی: (کامریڈ الف سے مخاطب ہو کر) جناب! جہاں تک گانے کا تعلق ہے مسئلہ تو ریڈیو والوں نے حل کر دیا ہے۔ گزشتہ چند برس میں انہوں نے کم و بیش ہر بچے کو فلمی گانے حفظ کرادئے ہیں۔ لیکن یہ تپاچ کا معاملہ مجھے پھپھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ لوگوں کو اس کی طرف مائل کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

کامریڈ الف: میں ناچ گانے کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ لوگوں کو اس طرف راغب کرنا نہایت ضروری ہے۔ تمہیں یہ چاہیئے کہ تم دیہات میں جاؤ۔ ثقافتی میلے لگاؤ اور لوک ناچ اور لوک گیت کی تبلیغ کرو۔ اگر عوام ناچنے یا گانے میں جھجک محسوس کریں تو تم خود ناچو اور گاؤ اور لوگوں کو یہ سمجھاؤ کہ یہ ناچ اور راگ تمہاری آزادی کی روح ہیں۔ تم ان لوگوں کے خطرناک عزائم کا مقابلہ کرو جو قومی وحدت کا نام لے کر تمہاری جداگانہ تہذیب اور کلچر کا گلا گھونٹنا چاہتے ہیں۔

کامریڈ علی: جناب! اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں باتوں میں دقت ضائع کرنے کی بجائے

آج ہی۔ سنوٹا اور لڈی کی مشق شروع کر دینی چاہیے۔

کامریڈ ۹: اس کے لئے مشق کی کیا ضرورت ہے۔ بھنگڑا اور لڈی تو آپ دو دن میں سیکھ سکتے ہیں۔

کامریڈ الف: نہیں نہیں، تمہیں لوگوں کو بتانا ہے کہ یہ مقدس باج صدیوں کی محنت کا حاصل ہیں۔ تمہارا کام یہ ہونا چاہیے کہ تم ان میں جدتیں پیدا کرو اور عوام کو یہ سمجھاؤ کہ یہ ہے تمہاری وہ قدیم تہذیب اور ثقافت جو غیروں کی غلامی کے باعث تباہ ہو گئی تھی۔ اب تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو پہلے اسے زندہ کرو۔ رفیقو اور ساتھیو! میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ اب اٹھو اور اس ملک کے چپے چپے میں پھیل جاؤ اور ثقافت کے نام پر ایک ایسا طوفان کھڑا کرو جس کی تند و تیز لہریں اس ملک کی تمام روحانی اور اخلاقی قدریں بہا لے جائیں۔ اس عظیم مہم کے لئے تمہیں ضروری ساز و سامان یعنی ڈھول، چمٹے، بانسریاں اور گھنگھرو وغیرہ پاٹی کے دفتر سے مہیا کئے جائیں گے۔

دوسرا منظر

(کامریڈ ۹ اور کامریڈ ۱۱ ایک سڑک پر سائیکل چلا رہے ہیں۔ کامریڈ ۹ آگے ہے اور اس کی سائیکل کے پیچھے ایک چھوٹی ٹیسی ڈھول اور آگے ہینڈل کے ساتھ کوئی اڑھائی تین فٹ لمبا چٹا بندھا ہوا ہے۔ کامریڈ ۱۱ کی سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ بانسریاں اور گھنگھرو لٹک رہے ہیں اور پیچھے ایک بارہویہ بندھا ہوا ہے)

(کامریڈ ۹ اچانک سائیکل روک کر تپتے اترتا ہے اور اپنے ساتھی کو روکنے کا اشارہ کرتا ہے۔ کامریڈ ۱۱: (سائیکل سے اتر کر) کیا بات ہے؟

کامریڈ ۹: ادھر دیکھو، دو کتے ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ خدا کے لئے گھنگھرو اُتار کر جیب میں ڈال لو!

۱۱: میری جیبیں پہلے ہی بھری ہوئی ہیں۔ لیکن تمہیں یہ کیسے خیال آیا کہ کتوں کو ان گھنگھروں کی آواز تمہارے چمٹے کی کھڑکڑاہٹ سے زیادہ متاثر کرتی ہے۔

۹: کاش! میری جیب اتنی بڑی ہوتی کہ یہ چمٹا اس کے اندر سما جاتا۔ آج جو کچھ ہم پر ہوتی ہے اس کے بعد میں کامریڈ ۱۱ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اگر وہ ہمیں ایک ٹوٹی پھوٹی کار دے دیتا تو کوئی قیامت آجاتی۔

۱۰۔ میں نے کار کے لئے کہا تھا۔ لیکن وہ کہتا تھا کہ تم کام کے لئے جا رہے ہو یا پکنک کے لئے (درا میں طرف اشارہ کرتے ہوئے) دیکھو وہ گاؤں بالکل قریب ہے۔ میرے خیال میں ہمیں آگے جانے کی بجائے وہیں قسمت آزمائی کرنی چاہیئے۔

۹۔ لیکن بھائی صاحب! اس راستے پر سائیکل کون چلائے گا۔

۱۰۔ ہم پیدل چلیں گے۔

(کامریڈ ۹ اور مناسٹرک سے اتر کر گندم کے کھیتوں کے درمیان ایک پتلی سی پگ ڈنڈی

پر چل پڑتے ہیں۔ اس پگ ڈنڈی کے ساتھ بہتے ہوئے پانی کی ایک چھوٹی سی نالی ہے)

۱۰۔ میرے خیال میں ہم یہاں سائیکل چلا سکتے ہیں

۹۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔

(دونوں اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد ایک کماد کے کھیت

کے قریب پہنچ کر یہ پگ ڈنڈی اچانک دائیں ہاتھ مڑتی ہے اور کامریڈ مناسٹرک سے وقت اپنا

توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ اُس کی سائیکل پانی کی نالی میں لوڑوہ خود کماد کی باڑ

میں جا گرتا ہے)

۹۔ (اپنی سائیکل سے اتر کر اپنے ساتھی کی سائیکل اٹھاتے ہوئے) خدا کا شکر ہے کہ

تم بھینگے سے بچ گئے۔ یار کمال کیا تم نے میرا خیال تھا کہ تم پانی میں گرو گے۔ واللہ

خوب قلابازی کھائی۔

۱۰۔ بیوقوف! تم یہ سمجھتے ہو کہ پانی کی بجائے کانٹوں میں گرنا میرے لئے زیادہ لطف ہے؟

۹۔ ارے تم خفا ہو گئے۔ میں نے تو تمہاری قلابازی کی داد دی تھی۔ میں حیران ہوں کہ پانی

کی یہ چھوٹی سی نالی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں جا کر ختم ہوتی ہے۔ میرا خیال

ہے کہ ہم بہت جلد کسی نہریا دریا کے کنارے پہنچنے والے ہیں۔

(کماد کے کھیت کے کونے سے آواز سُنانا دیتی ہے) بھی ٹیہ نہریا دریا کا پانی

نہیں یہ کتوئیں کا پانی ہے۔

(دونوں کامریڈ پر نشان ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہیں۔ کماؤ کے کھیت کے کونے

سے ایک دیہاتی جو گتا چوس رہا ہے نمودار ہوتا ہے)

دیہاتی: بابو جی! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میرا کماؤ تو پہلے ہی اُجر طحکا ہے۔

کامریڈ ۱: (اپنے آپ کو کانٹوں کی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے) یہاں ہم تمہارا کھیت

اُجارتے نہیں آئے۔ خدا نے تم لوگوں کو اتنی سمجھ بھی تو نہیں دی کہ اتنے تنگ راستے

کے ساتھ نالی کھودنا اور پھر اُس کے ساتھ بار لگانا ایک شریف آدمی کے لئے کتنا

تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔

دیہاتی: یہ راستہ شریف آدمیوں کے چلنے کے لئے ہے، سائیکل دوڑانے کے لئے نہیں۔

کامریڈ ۲: بھائی صاحب! ہم آپ کا گاؤں دیکھنے آئے ہیں۔

دیہاتی: آگے بڑھ کر سائیکلوں پر لدے ہوئے ساز و سامان کا جائزہ لینے کے بعد (ادھر)

تمہیں غلطی لگی ہے۔ میلہ ہمارے گاؤں میں نہیں، دوسرے گاؤں میں ہوتا ہے اور

اُس میں ابھی پانچ دن باقی ہیں۔ آپ بہت پہلے آگئے۔

کامریڈ ۳: میان! ہم میلے کے لئے نہیں آئے۔

دیہاتی: (سائیکل پر لدی ہوئی ڈھول پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) تو پھر آپ کس لئے آئے ہیں؟

کامریڈ ۴: اپنے دیہاتی بھائیوں کی خدمت کے لئے۔

۵: (آگے بڑھ کر اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) ہمیں کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں ہم بیٹھ کر

اطمینان سے تمہارے ساتھ باتیں کر سکیں۔

دیہاتی: چلئے! ہمارا رہٹ بالکل ساتھ ہے۔

کامریڈ ۶: تو یہ رہٹ کا پانی ہے جسے صفیوں سے ہماری تہذیب ثقافت اور تمدن

میں ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔

دیہاتی : (پریشان ہو کر) میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

۹ : میرے بھولے کامریڈ! تمہاری سادگی کے قربان جاؤں۔ تمہاری نگاہوں کے سامنے جہالت کے پردے ٹک رہے ہیں۔ تمہاری بے سمجھی نے تمہارا یہ حال کہ دیا ہے کہ تم ابھی تک سماج میں اپنا صحیح مقام نہیں دیکھ سکے۔ تمہارا لباس، تمہاری گفت گو اور تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تم ابھی تک تہذیب کی دوڑ میں صدیوں پیچھے ہو۔ عظیم باپ کی قسم! مجھے تمہارے حال پر رونا آتا ہے۔

کامریڈ ۹ : کامریڈ تم وقت ضائع کر رہے ہو، چلو!

(دیہاتی کی رہنمائی میں گندم اور برسیں کے چند کھیت عبور کرنے کے بعد یہ لوگ ایک رہٹ پر پہنچتے ہیں۔ ایک نو عمر لڑکا گاٹی پر بیٹھا رہٹ میں جھٹکتے ہوئے بیلوں کو ہانک رہا ہے۔ ایک طرف ایک بوسیدہ سی کھاٹ پڑی ہوئی ہے اور پاس ہی ایک حقہ پڑا ہوا ہے۔ حقے کے قریب ایک چھوٹے سے گڑھے میں چند لپے سنگ رہے ہیں۔ کامریڈ ۹ اور ۱۰ اپنی سائیکلیں ایک شیشم کے درخت کے ساتھ کھڑی کر کے کھاٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ دیہاتی درخت کی ایک شاخ کے ساتھ ٹکی ہوئی ٹھیلی سے تبا کو نکالتا ہے اور جلدی جلدی چلم بھر کر اپنے مہانوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ دونوں کامریڈ پریشانی اور تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔)

دیہاتی : تم حقہ نہیں پیتے ؟

۱۰ : کیوں نہیں۔ رہٹ کے بعد ہماری تہذیب کا یہ دوسرا نشان ہے (جلدی سے حقے کی تے منہ سے لگا کر پوری قوت سے کش لگاتا ہے اور پھر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دبا کر کچھ دیر کھانسنے کے بعد دیہاتی کی طرف متوجہ ہوتا ہے) کامریڈ! یہ تو ٹھہرے بھی زیادہ تیز ہے۔ اگر تم روس میں کسی پارٹی نمبر سے ایسا مذاق کرتے تو ہمیں یقیناً سانسیر یا بھیج دیا جاتا۔

دیہاتی : (پریشان ہو کر) میں نے چلم میں خالص دیسی تمباکو ڈالا تھا (کامریڈ ۹ کی طرف متوجہ ہو کر) بھیڑی! تم بھی دیکھو۔

کامریڈ ۹ : نہیں بھائی! مجھے صرف پانی پلا دو۔

دیہاتی : پانی کی یہاں کیا کمی ہے۔

۹ : پھر ایک گلاس لے آؤ نا!

دیہاتی : یہاں گلاس کی کیا ضرورت ہے۔ خدا نے ہاتھ کس لئے دئے ہیں۔

کامریڈ ۹ : بادل ناخواستہ اُٹھ کر پانی کی دھار کے قریب بیٹھ جاتا ہے۔ ہاتھوں سے پانی

پینے کی کوشش میں اُس کے کوٹ کا کالر بھیگ جاتا ہے۔

دیہاتی : (قہقہہ لگاتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے تم بالکل شہری ہو۔ تمہیں ہاتھوں سے پانی پینا بھی نہیں آتا۔

کامریڈ ۹ : میاں! تمہارا نام کیا ہے؟

دیہاتی : میرا نام امام دین ہے۔

کامریڈ ۹ : یہ رہنٹ تمہارا ہے؟

امام دین : نہیں، اس میں اور بھی چھتے دار ہیں۔ ہم بادی بادی اپنے کھیتوں کو پانی دے

لیتے ہیں۔ آج میری بادی تھی۔

کامریڈ ۹ : وہ لڑکا کون ہے؟

دیہاتی : وہ میرا بیٹا فتح دین ہے۔

(کامریڈ ۹ پانی پینے کے بعد پھر کھاٹ پر بیٹھ جاتا ہے)

کامریڈ ۹ : اچھا بھائی! امام دین! یہ بتاؤ کہ تمہاری ثقافت کیا ہے؟

امام دین : وہ کیا ہوتی ہے؟

کامریڈ ۹ : (زیر ہم ہو کر) یاد آتا ہے عجیب آدمی ہو، ابھی تک یہ سمجھ رہا ہے ہو کہ شہر کے کسی

کافی ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس بھولے آدمی سے سیدھی بات کرو (دیہاتی کی طرف متوجہ ہو کر) بھائی! ہم تمہارے لوگ ناچ دیکھنے اور لوگ گیت سننے آئے ہیں۔ تم ناچا اور گانا جانتے ہو نا؟

امام دین: دیکھو جی! اپنی عزت اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے، منہ سنبھال کر بات کرو، تمہیں ہر ایک کو اپنی طرح ڈوم نہیں سمجھنا چاہیئے۔

کامریڈ بنا: میاں امام دین! تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے۔ ہم تو تمہاری خدمت کے لئے آئے ہیں۔ ہم ڈوم نہیں۔

امام دین: (سائیکلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مجھے معلوم ہے تم کیا ہو، اب مذاق نہ کرو۔ کچھ سناؤ!

کامریڈ بنا: میاں امام دین! ہم تم سے سیکھنے آئے ہیں۔ تمہیں ناچ اور گانے کے الفاظ سن کر چڑتا نہیں چاہیئے۔ یہ فن ہماری تہذیب اور ثقافت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر تم ناچا گانا نہیں جانتے تو یہ کوئی قابل فخر بات نہیں۔ دنیا میں کوئی قوم اپنی ثقافت کی حفاظت کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔

امام دین: اگر "سخافت" سے تمہارا مطلب ناچا اور گانا ہے تو تمہیں جھنڈو ڈوم کے پاس جانا چاہیئے۔

کامریڈ بنا: بھئی "سخافت" نہیں ثقافت۔ یہ لفظ اچھی طرح یاد کرو!

کامریڈ بنا: اچھا بھائی امام دین! ہم یہ جانتے ہیں کہ تمہیں ناچ گانا پسند نہیں لیکن تمہارے گاؤں میں ایسے آدمی اور ایسی عورتیں ضرور ہوں گی جنہیں اس فن کے ساتھ تھوڑی بہت دلچسپی ہو۔

دیہاتی: واہ بھئی! تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم جھنڈو ڈوم کی تلاش میں آئے ہو۔ کامریڈ بنا: ہمیں معلوم نہیں جھنڈو ڈوم کہاں ہے۔ لیکن اگر اس نے اپنے گھر میں ہماری

قومی ثقافت کو بپاہ دے رکھی ہے یعنی وہ ناچنا اور گانا جانتا ہے تو ہم اُس سے ضرور ملیں گے۔

امام دین : وہ بہت اچھا گاتا تھا۔ لیکن پچھلے سال پنچایت نے اُسے گاؤں سے نکال دیا تھا۔

کامریڈ ۹ : اگر پنچایت نے اُسے صرف اس لئے نکالا ہے کہ وہ اچھا گاتا تھا تو ہم اُس کا یہ جرم کبھی نہیں معاف کریں گے۔

امام دین : پنچایت نے اُسے گانے کی وجہ سے نہیں نکالا تھا بلکہ اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ کامریڈ ۹ : کیا وجہ تھی ؟

امام دین : میں نہیں بتاؤں گا۔

کامریڈ ۹ : وہ کیوں ؟

امام دین : اس لئے کہ ایسی باتیں ظاہر کرنے سے ہمارے گاؤں کی بے عزتی ہوتی ہے۔ کامریڈ ۹ : اچھا تم نہیں بتاؤ گے تو ہم کسی اور سے پوچھ لیں گے۔

امام دین : (دل برداشتہ ہو کر) اچھائیں بتا دیتا ہوں۔ بات یہ تھی کہ جھنڈو کی لڑکی ناچنے لگ گئی تھی۔

کامریڈ ۹ : اور تم اس بات پر خوش ہو کہ تمہاری پنچایت نے اُسے گاؤں سے نکال دیا ؟ امام دین : تم مجھے بے غیرت سمجھتے ہو ؟

کامریڈ ۹ : نہیں نہیں یہ ہم تمہیں بے غیرت نہیں سمجھتے۔ ہم حیران ہیں کہ تم جھنڈو کا راگ پسند کرتے تھے لیکن تمہیں جھنڈو کی لڑکی کا ناچ نا پسند تھا۔ حالانکہ یہ دونوں ایک جیسے آرٹسٹ ہیں۔

امام دین : جھنڈو آدمیوں کے سامنے گایا کرتا تھا اور جب تک اُس کی لڑکی بھی بیاہ شادی کے موقعوں پر صرف گاؤں کی عورتوں کے سامنے ناچا اور گایا کرتی تھی۔ ہمارے لئے

پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ایک دفعہ جھنڈو چند دن کے لئے اپنے کسی رشتہ دار کے پاس شہر چلا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں اُس کی لڑکی نے شاید سنیما دیکھ لیا تھا۔ وہ کوئی دو ماہ کے بعد واپس آئے تو لڑکی کے تہہ بدمے ہوئے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ہم پڑوس کے گاؤں میں میلہ دیکھنے گئے تو جھنڈو کی لڑکی کمال بے حیائی سے وہاں ہزاروں آدمیوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

کامریڈ ملے : اور تم نے اس بات پر اُسے گاؤں سے نکال دیا۔ تم نے ٹیکسلا، ہٹیرہ اور موہنجودارو کی تہذیب کا آخری چراغ بجھا دیا۔ تاریکی اور جہالت کے بیٹو! خدا تمہارے حال پر رحم کرے، تمہیں کب اس بات کا احساس ہو گا کہ یہ دُنیا کبھی تمہارے اسلاف کے تنہوں سے آباد تھی اور ہزاروں سال قبل جب باقی دُنیا تہذیب کے لفظ سے ناشنا تھی، موہنجودارو کی بٹیاں اپنے پاٹل کی جھنکار سے دریائے سندھ کے پُر سکون پانی میں تھوچ پیدا کر دیا کرتی تھیں۔

امام دین : بھائی! کبھی کبھی تم پاگلوں جیسی باتیں کرنے لگ جاتے ہو۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کامریڈ ملے : تمہاری نا سمجھی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم ابھی تک اپنی ثقافت سے ناواقف ہو۔ انگریزوں کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی نے تمہارے ذہن کے تمام روشن دان بند کر دیے ہیں۔ اب ہم تمہیں یہ بتانے آئے ہیں کہ تم آزاد ہو۔ لیکن اگر تمہاری رجحانیت پسندی کا یہی حال رہا تو تمہاری یہ آزادی بھی خطرے میں ہے۔ آخر یہ فطری تقاضے کب تک دیے رہیں گے اور تم کب تک گھٹ گھٹ کر جان دو گے۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم نے اپنی زندگی میں خوشی کا کوئی دن نہیں دیکھا۔ اگر تم سال بھر میں صرف ایک دن بھی بھر کر ناچ سکتے تو باقی سارا سال تمہارے چہرے پر نازگی رہتی۔ تمہارے دشمنوں نے تمہیں لڑی اور کھنگڑا جیسے صحت بخش ناچ سے بھی نفرت کرنا سکھا دیا ہے اور تم اپنی رجحانیت پسندی پر فخر کرتے ہو؟ خدا کے لئے یہ بتاؤ کہ وہ جھنڈو

غریب کہاں گیا۔ ہم کسی دن اُس کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے کو قوی یادگار بنائیں گے۔
وہاں دُنیا کے بڑے بڑے آرٹسٹ پھول چڑھایا کریں گے۔

کامریڈ ۹: وہ مظلوم جھنڈو جس کے سینے میں تمہاری آزادی کے نغمے مچلتے تھے کسی دن اس
گاؤں کا سب سے بڑا ہیرو سمجھا جائے گا۔ مجھے اس مغموم فضا میں کامریڈ جھنڈو کی آپس
سُنائی دیتی ہیں۔

کامریڈ ۱۰: میں اس ہوا میں اُس کی لڑکی کے گھنگھروں کی جھنکار سُن رہا ہوں۔ خدا کے
لئے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟

امام دین: بھیٹی اوہ شہر چلے گئے ہیں اور اُن کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔
میں نے سنا ہے کہ وہاں اُن کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔

کامریڈ ۱۱: اچھا میاں امام دین! اب ہم اپنے مطلب کی بات کرتے ہیں۔ اس علاقے کا
عام ناچ بھنگڑا ہے نا؟

امام دین: (برہم ہو کر) نہیں! ہمارے گاؤں میں بھنگڑا ڈالنے والوں کو شریف آدمی
نہیں سمجھا جاتا۔

کامریڈ ۱۲: اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے گاؤں کے لوگ سارا دن کیا کرتے ہیں؟
امام دین: کون سے موسم میں؟

کامریڈ ۱۳: تم مختلف موسموں میں کام کرتے ہو؟
امام دین: ہاں! تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں۔

کامریڈ ۱۴: پہلے اس موسم کے متعلق بتاؤ!

امام دین: اس موسم میں سبز چارہ کاٹنے اور اُسے کتر کر مویشیوں کو ڈالنے کے علاوہ یا تو
کسی دن کماد کاٹ کر گرٹ بناتے ہیں۔ یا گندم، برسیں، سینجی اور کماد کے کھیتوں میں
پانی دیتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد ہم کماد کی نئی فصل بونے کے لئے کھیتوں میں

بل چلانا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد گرمیوں میں مکئی اور چاول کی کاشت ہوگی۔ برسات میں ہمارا کام ذرا کم ہوتا ہے لیکن اس کے بعد گندم بونے کا زمانہ آجاتا ہے اور ہمیں دو اڑھائی مہینے رات کے تین تین بجے اٹھ اٹھ کر بل چلانا پڑتا ہے۔ ہم گندم بوکر فارغ ہوتے ہیں تو پھر سردیوں کا موسم آجاتا ہے۔

کامریڈ ۱ : ان کے علاوہ تمہیں اور کیا کام ہوتا ہے ؟
امام دین : اور ہزاروں کام ہوتے ہیں۔ کبھی ہمیں اپنا غلہ سکھانا پڑتا ہے۔ کبھی ہم خراس پر آنا پڑتے ہیں۔ کبھی کھاٹوں کے لئے بان اور مویشیوں کے لئے رستے بناتے ہیں۔ برسات میں کوئی کوٹھا گر پڑتا ہے تو وہ بنانا پڑتا ہے۔

کامریڈ ۲ : یہ بتاؤ کہ تم دن رات میں کتنے گھنٹے سوتے ہو ؟
امام دین : کبھی ہمارے پاس گھڑیاں نہیں ہوتیں۔ کبھی کبھی جب ہمیں کماؤ کاٹ کر گڑ بنانا پڑتا ہے یا کھیتوں کو پانی دینا پڑتا ہے تو ہم ساری رات نہیں سوتے۔ لیکن بارش کے دنوں میں ہمارے لئے مویشیوں کو چارہ ڈالنے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا اور ہم دن کے وقت جی بھر کر سو لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم سردیوں میں ادھی ادھی رات تک اُلاؤ کے گرد بیٹھ کر گپیں لگاتے ہیں۔

کامریڈ ۳ : اچھا بھئی ! یہ بتاؤ تمہیں کوئی ساز بجانا آتا ہے ؟
امام دین : (مذہب سا ہو کر) میں کبھی کبھی الگوجا بجالا کرتا ہوں۔
(کامریڈ ۳ اور ۱ کی آنکھیں مسترت سے چمک اٹھتی ہیں)
کامریڈ ۴ : تو پھر خدا کے لئے ہمیں الگوجا بجا کر سٹاؤ !
امام دین : الگوجا رات کے پچھلے پہر بجا جاتا ہے۔

(کامریڈ ۳ اپنی جیب سے قلم اور نوٹ بک نکال کر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے)
کامریڈ ۵ : (امام دین سے) اچھا بھائی ! یہ بتاؤ کہ جب تم الگوجا بجاتے ہو تو تمہارے

گھر والوں پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے ؟

امام دین : (سنہتے ہوئے) اگلو جا گھر میں نہیں بجایا جاتا۔ وہ گھر سے باہر نکل کر کھیتوں میں بجایا جاتا ہے۔

کامریڈ منٹا : (اپنے ساتھی سے) کامریڈ ! یہ بھی نوٹ کر لو کہ اس علاقے کے نوجوان رات کے تیسرے پہر کھیتوں میں جا کر اگلو جے جاتے ہیں اور ان کے دلکش سُروں سے کائنات میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے۔ اور گھروں میں نوجوان لڑکیاں اپنے دلوں میں دھڑکنیں محسوس کرتی ہیں۔

امام دین : (بہم ہو کر) کوئی تشریفوں والی بات کرو۔ گاؤں کے نوجوان کھیتوں میں اگلو جے بجانے کے لئے نہیں جاتے۔ وہ ہل چلاتے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی ہل چلاتے چلاتے اپنی جیب سے اگلو جانکال کر بجانا شروع کر دیتا ہے۔

کامریڈ منٹا : اچھا تو یہ بتاؤ کہ لڑکیاں اور عورتیں اُس وقت کیا کرتی ہیں ؟

امام دین : وہ پچھلے پہر اٹھ کر سستی بھرتی ہیں، نماز پڑھتی ہیں، اپنی بھینسیوں اور گایوں کا دودھ دہتی ہیں، بھاڑ دیتی ہیں۔ پھر اس قسم کے کاموں سے فارغ ہو کر کھانا پکانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ پھر اگر کیا کس کا موسم ہو تو کیا س مُغننے چلی جاتی ہیں۔

کامریڈ منٹا : یہ عجیب بات ہے کہ میں نے انہیں ہر فلم میں ناچتے اور گاتے ہوئے دیکھا ہے۔

بھلا میاں امام دین : یہ بتاؤ صبح دو عورتیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے کے بعد اُچھل اُچھل کر ایک گول دائرے میں گھرنے شروع کر دیتی ہیں تو وہ ناچ ہوتا ہے یا نہیں ؟

امام دین : (ہنسنے پر) بے دوہ ناچ نہیں ہوتا۔ اُسے کیکیلی کہتے ہیں اور وہ عورتیں نہیں چھوٹی عمر کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔

کامریڈ منٹا : لیکن گاؤں کی عورتیں گاتی ضرور ہیں۔

امام دین : جب عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر چرخہ کاتتی ہیں تو وہ دینی زبان میں کچھ گاتی ہیں۔

کامریڈ ۹ : خدا کے لئے یہ بتاؤ کہ وہ گاتی کیا ہیں ؟

امام دین : یہ شاید انہیں خود بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مرد عام طور سے ایسے موقعوں پر گھروں سے باہر ہوتے ہیں اور اگر کبھی وہ گھر پر موجود ہوں تو ان کی آواز اتنی مدہم ہو جاتی ہے کہ برسی شکل سے سنائی دیتی ہے۔

کامریڈ ۹ : خدا کامریڈ الف دین کو ہمت دے۔ کسی دن ہم ان کے سیلنوں کے اندر یہ دبے ہوئے فتنے لاؤڈ سپیکروں پر سنا کریں گے۔

امام دین : (پریشان ہو کر) الف دین کون ہے ؟
کامریڈ ۹ : تم اُسے نہیں جانتے لیکن کسی دن اُسے تمہاری بیٹیاں بہت بڑا محسن سمجھیں گی۔

امام دین : (اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے) تمہارے الف دین کی ایسی تئسی۔ منہ سنہال کر بات کر دو ورنہ جو تے مار مار کر سر گنجا کر دوں گا۔

(فتح دین گاتی سے پھلانگ لگا کر بھاگتا ہوا ان کے قریب آتا ہے)

فتح دین : میاں جی! کیا بات ہے ؟

کامریڈ ۹ : (گھبراہٹ کی حالت میں) کچھ نہیں بھائی، تمہارے آیا جان یوں ہی خفا ہو گئے۔

امام دین : میں نے تمہاری باتیں صرف اس لئے برداشت کی ہیں کہ تمہارا کام یہی ہے۔ لیکن ہم بھانڈوں کو بھی اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس طرح کی واہیات باتیں کریں۔

کامریڈ ۹ : خدا کی قسم ہم بھانڈے نہیں ہیں۔ ہم دونوں ثرلیف آدمیوں کے بیٹے ہیں۔ میں بی۔ اے ہوؤں اور یہ ایم۔ اے پاس ہیں۔

امام دین : میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں (فتح دین کی طرف متوجہ ہو کر) فتح دین! تم

جا کر ان کے لئے کھانا لے آؤ !

(فتح دین بھاگتا ہوا گاؤں کی طرف چلا جاتا ہے اور امام دین جھٹھ اٹھا کر دو تین کیش

لگانے کے بعد رہٹ میں جھٹے ہوئے بیل ہانکنے لگتا ہے)

(رہٹ سے تھوڑی دور چند مویشی بندھے ہوئے ہیں۔ ایک نوجوان لڑکی آتی ہے

اور گوبر اٹھا کر اُپلے تھا پنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ بے خیالی کے عالم میں وہ

کچھ گنگنا شروع کر دیتی ہے)۔

کامریڈ ۹۔ اپنی نوٹ بک اور قلم لئے اٹھتا ہے اور دبے پاؤں لڑکی کے پیچھے جا کھڑا

ہوتا ہے۔ لڑکی کا گیت سننے کی کوشش میں وہ آگے جھکتے جھکتے اپنا کان بالکل

اُس کے قریب لے جاتا ہے، لڑکی گاتی ہے :

کالی ڈانگ میرے ویر دی

چتھے دج دی بدل دانگ گج دی

(۹ گھبرا کر پیچھے ہٹتا ہے تو اس کا ایک پاؤں تازہ گوبر کے اُپلے پر جا لگتا ہے۔

وہ پاؤں جھاڑتا ہے اور لڑکی چونک کر پیچھے دیکھتی ہے)

لڑکی : (بلند آواز سے) چچا امام دین ! چچا امام دین !!

امام دین : (بھاگتے ہوئے) ٹھہر جا بد معاش !

کامریڈ ۹۔ : (بھاگ کر امام دین کا بازو پکڑتے ہوئے) چچا امام دین ! خدا کے لئے ٹھہرو !

اس لڑکی کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ گاہری تھی اور میرا سا تھی اُس کا راگ نوٹ کرنے گیا تھا

ہم شہر سے یہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں کہ اس علاقے کے لوگ کیا گاتے ہیں۔ خدا

کی قسم ہم شریف آدمی ہیں۔

امام دین رک جاتا ہے لیکن اس عرصہ میں لڑکی کی چیخ پکار سن کر اس پاس کے

کھیتوں سے کئی اور آدمی نکل آتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں درانتی، کسی کے ہاتھ میں

ڈنڈا ہے۔ کامریڈ ۹ بھاگ کر امام دین کے پاس آجاتا ہے۔

کامریڈ ۹: چچا امام دین! خدا کے لئے ان آدمیوں کو روکو۔ خدا کی قسم! میں صرف یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ وہ کیا گاتی ہے۔

(امام دین چند قدم آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ بند کرتے ہوئے پوری قوت سے چلاتا ہے) ٹھہرو! ٹھہرو! ان غریبوں کو کچھ نہ کہو۔ خدا کی قسم! یہ بہرو پیٹے ہیں۔ یہ لڑکی نہیں دیکھ کر یونہی ڈر گئی ہے۔

لوگوں کی چیخ پکار اچانک قہقہوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(کامریڈ ۱۱ سھکتا ہوا آگے بڑھتا ہے)

کامریڈ ۱۱: بھائیو! ہم بہرو پیٹے نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم بہرو پیٹے ہیں۔

لڑکی: (۹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس ٹوٹے نے مجھے ڈرایا تھا۔

ایک دیہاتی: بدعاش! جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ورنہ جو تے مار مار کر تمہارا سر گنجا کر دیں گے۔

کامریڈ ۱۱: ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تمہارے گاؤں میں بہرویوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ چلو کامریڈ!

(کامریڈ ۹ اور ۱۱ بھاگ کر اپنی سائیکلیں اٹھاتے ہیں)

وقفہ

کامریڈ ۹ اور ۱۱ سڑک پر سائیکل چلا رہے ہیں۔

۹: دوست! خدا نے آج ہماری جان بچائی ہے۔ تمہیں معلوم ہے وہ لڑکی کیا گاری تھی؟
۱۱: کیا گاری تھی؟

۹: وہ گاری تھی۔ "کالی ڈانگ میرے ذیر دی۔ چتھے و جدی بدل وانگ گج دی" یعنی

میرے بھائی کی لالھی کارنگ سیاہ ہے اور اس کی ضرب سے بادل کی سی گرج سُنائی دیتی ہے۔

۱۔ : خدا غارت کرے اس رحمت پسندی کو۔ یہ لوگ کبھی ہمارے قایم میں نہیں آئیں گے۔ ہم نے سارا دن غوار ہونے کے بعد ایک دیہاتی لڑکی کا گیت سُنا اور وہ بھی بھائی کی لالھی کے متعلق۔

۲۔ : خدا کا شکر ہے کہ آج مجھے اس سیاہ لالھی والے بھائی سے متعارف ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

۳۔ : میں سوچ رہا ہوں کہ ہم کامریڈ الف دین کو اپنی کارگزاری کی کیا رپورٹ پیش کریں گے۔

۴۔ : خدا کا شکر کرو کہ یہ لوگ ہمیں بچر کر بھانسنے نہیں لے گئے۔ ورنہ کامریڈ الف ہماری ضمانت دینے کے لئے بھی نہ آتا۔

۵۔ : یاد رہے کہ دیہاتی ثقافت کے متعلق رسالوں میں کئی تصویریں دکھائی ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سب غلط ہوں۔ خاص کر دیہاتی لڑکیوں کے ناچ کی وہ تصویر جو اس دن میں نے تمہیں بھی دکھائی تھی۔

۶۔ : یہ سب دھوکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تصویر شہر کے کسی سٹوڈیو میں تیار کی گئی تھی اور دیہاتی ثقافت کے ان دلکش مناظر کا بھی حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا جو ہم آج تک فلموں میں دیکھتے رہے ہیں۔ وہاں عورتیں پانی بھرنے کے لئے کنویں پر جاتی ہیں تو ناچتی اور گاتی ہیں۔ پھر اس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے مرد ملامت کرنے کی بجائے اٹھ اٹھ کر انہیں دیکھتے ہیں اور ان کی سر کے ساتھ سر ہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فلمی کہانیوں میں گاؤں کی بہترین گانے والی ہیروئن اور بہترین گانے والا ہیرو ہوتا ہے۔ ہم کامریڈ الف دین سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہمیں غوار کرنے کی بجائے ان لوگوں کو فلمیں دکھانے کا بندوبست کرے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر فلم بینی کا شوق عام ہو جائے تو وہ لڑکی جو "کالی ڈانگ میرے ہیروئی"

کے سوا کچھ نہیں جانتی چند برس کے اندر اندر چچا امام دین کے سامنے ہی "میرے بون
کی دیکھو بہار جی" گانے میں جھجک محسوس نہیں کرے گی۔

عنا : (سائیکل روک کر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے) کھڑو؟

عنا : (اپنی سائیکل کو بریک لگاتے ہوئے) کیا ہے؟

عنا : (دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے) ادھر دیکھو؟ ہم نے جو کچھ دیہات کے متعلق سنا تھا

وہ سب کا سب غلط نہیں تھا۔

(کامریڈ عنا بائیں ہاتھ ایک کھیت میں چار لڑکیاں دیکھتا ہے۔)

عنا : یار! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں نے ایسا بے ہنگم ناچ کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے

جھکنے اور کھڑے ہونے میں کوئی ہم آہنگی نہیں۔ پھر ایک کارخ ایک طرف ہے

تو دوسری کسی اور طرف۔

عنا : اگر کالی لاٹھی کا ڈرنہ ہوتا تو میں یقیناً قریب جا کر دیکھتا۔ یہ کوئی نہایت پچیدہ

ناچ ہے۔ اس کی بے ربطی میں بھی مجھے ایک ربط دکھائی دیتا ہے۔

عنا : (سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) دیکھو! وہ ایک آدمی آ رہا ہے، اس سے

پوچھتے ہیں۔

عنا : لیکن ذرا محتاط ہو کر بات کرنا۔ اس کے ہاتھ میں لاٹھی بھی ہے۔

کامریڈ عنا اور عنا سڑک کے ایک طرف سائیکلیں کھڑی کر کے زمین پر بیٹھ جاتے

ہیں۔ دیہاتی قریب آتا ہے۔

کامریڈ عنا : بھائی صاحب! ذرا بات سنا!

دیہاتی : (ان کی طرف بڑھتے ہوئے) بابو جی! کیا ہے؟

عنا : (کھیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ عورتیں کیا کر رہی ہیں؟

دیہاتی : وہ ساگ توڑ رہی ہیں۔

۹: ہم سمجھتے تھے کہ.....؟

۱۰: شٹ اپ یو ایڈیٹ!

دیہاتی: (آنکھیں نکالتے ہوئے) تم نے کیا سمجھا تھا؟

۱۱: کچھ نہیں پہچان جی! کچھ نہیں! میرے ساتھی کی نظر کمزور ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ عورتیں نہیں مرد ہیں۔

دیہاتی: (ہمدردی سے) اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ چلو۔ ہمارے گاؤں کے مولوی جی کے پاس خالص میرے کاٹرمہ ہے۔ بس ایک سلاٹی لگاتے ہی تمہارے ساتھی کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

۱۲: (بدحواس ہو کر) پہچان جی! اس وقت ہمیں کام ہے۔ پھر سہی۔

دیہاتی: تمہاری مرضی۔ (چلا جاتا ہے)۔

۹: (بنا سے) یہاں سے نکلو! ان پس ماندہ دیہات میں ثقافت نہیں۔ صرف اُپلے ساگ، کالی ڈانگ اور میرے کاٹرمہ ہے (اُٹھ کر اپنی سائیکل پکڑ لیتا ہے)۔

۱۰: بھئی ٹھہرو! پہلے اطمینان سے بیٹھ کر پروگرام بنالیں۔ پھر آگے چلیں گے۔

۹: میرا خیال ہے کہ ہمارا پروگرام ختم ہو چکا ہے۔

۱۱: یار! مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم اتنے بزدل ہو؟

۹: میں بزدل نہیں ہوں

۱۲: اگر تم بزدل نہیں ہو تو کھیاگ کیوں رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ ہمیں گزشتہ واقعات پر

ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ (۹ اپنی سائیکل کھڑی کر کے بیٹھ

جاتا ہے)۔

تیسرا منظر

(کامریڈ ۹ اور کامریڈ ۱۰ ایک کچی سڑک پر سائیکل چلا رہے ہیں)
 کامریڈ ۹: بھئی ہم نے کچی سڑک چھوڑ کر بہت غلطی کی ہے۔ خدا کے لئے اب بھی واپس چلو۔
 کامریڈ ۱۰: ذرا بہت سے کام لو میرے دوست! ہم کچی سڑک پر چل کر دیہاتی ثقافت کا پتہ
 نہیں لگا سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اس دشوار گزار راستے پر چند میل چلنے کے بعد ماضی
 کی ان سرحدوں میں داخل ہو جائیں گے جس کی آسائش میں ہر ملک کی قدیم ثقافت کے
 کھنڈر دفن ہیں۔ اگر ہمیں کوئی اور کامیابی نہ ہوئی تو کم از کم ڈائری کے لئے اچھا خاصا
 مواد مل جائے گا۔

کامریڈ ۹: بھائی صاحب! اگر اس لڑکی کے "کالی ڈانگ" والے بھائی کے ساتھ ملاقات
 ہو جاتی تو ڈائری کے مواد کے متعلق تمہاری ساری حسرتیں پوری ہو جاتیں۔ آخر یہ سڑک
 کب ختم ہوگی۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔

(کہیں سے گانے کی آواز سنائی دیتی ہے اور کامریڈ ۱۰ سائیکل سے اتر پڑتا ہے)

کامریڈ ۹: کیوں جی! پتھر ہو گئی ناسائیکل؟
 کامریڈ ۱۰: نہیں یار! سٹون کوئی گارہا ہے۔

کامریڈ ۹: (سائیکل سے اترتے ہوئے) ارے! یہ تو کوئی وارث شاہ کی بہیر پڑھ رہا ہے۔
میرا خیال ہے وہ کمار کے کھیت کی پرلی طرف ہوگا۔

کامریڈ ۱۰: چلو اس سے ملاقات کرتے ہیں۔

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ سڑک سے اتر کر کمار کے کھیت کے کنارے چل پڑتے ہیں۔

دوسری طرف چند کھیتوں میں مویشی چر رہے ہیں اور ایک نوجوان پیال کے ایک
چھوٹے سے ڈھیر پر بیٹھا بہیر وارث شاہ پڑھ رہا ہے۔ نوجوان کے بائیں ہاتھ ایک
غیر معمولی سائز کا دیسی بوتلا پڑا ہوا ہے۔ کامریڈ کچھ دیر نوجوان سے اکٹھے دس قدم دور کھڑے
رہتے ہیں اور پھر اپنی سائیکلین کھڑی کر کے دبے پاؤں اُس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔
دیہاتی پہلے رُک رُک کر دھڑکتے پڑھتا ہے اور پھر بلند آواز سے پورا شعر گانا شروع
کر دیتا ہے۔

چڑھیا ماہ بیا کھتے بہیر جی رانجھے یار سے یا بھجھ حیران ہوئی

ناری روندوی تے پتے پاوندی اے جیوندی جان لیا تے آن ہوئی

(جب دو تین منٹ کی کوشش کے بعد ایک شعر ختم کرتا ہے تو کامریڈ حضرات تالی بجاتا
شروع کر دیتے ہیں۔ نوجوان بدحواس ہو کر اُن کی طرف دیکھتا ہے اور کتاب بند کر دیتا ہے)
کامریڈ ۱۰: گھبرانے کی کوئی بات نہیں میرے دوست! ہمیں تمہاری دلکش آواز یہاں کھینچ لاتی
ہے۔

کامریڈ ۹: میرے رانجھے بہیرے مہینوال بہیرے پتوں! اور میرے ڈھول بادشاہ بہیرا

جی چاہتا ہے کہ میں اس علاقے سے مسروں کے تمام پھول توڑ کر تمہارے قدموں میں

ڈھیر کر دوں۔ تم گارہے تھے اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ پیروں کے چھند تمہارے گرد

قص کر رہے ہیں۔ خدا کے لئے یہ کتاب بند نہ کرو۔ گاؤ اور پورے ندر سے گاؤ!

دیہاتی: (سراسیمگی کی حالت میں) تم کون ہو؟

کامریڈ ۹ : میرے دوست ! ہم تمہارے لئے اجنبی ہیں لیکن تم ہمارے لئے اجنبی نہیں ہو۔ ہم تمہارے دل کی دھڑکنوں سے واقف ہیں۔ ہم اُس تڑپ سے آشنا ہیں جس نے تمہیں اس دشت کی تنہائی میں ہیر وارث شاہ پڑھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم یہاں بیٹھ کر تصور کر رہے تھے کہ تم میاں رانجھا ہو اور وہ اٹھتر دوشیزہ جسے تم اپنی ہیر سمجھتے ہو تمہارے نغمے سن کر کسی گندم، سرسوں یا مکاد کے کھیت سے نکلے گی اور دبے پاؤں تمہارے قریب پہنچ کر پیچھے سے دونوں ہاتھ تمہاری آنکھوں پر رکھ دے گی اور یہ کہے گی بتاؤ میں کون ہوں اور تم یہ محسوس کرو گے کہ آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ کر تمہاری جھولی میں آکر رہے ہیں۔ میرے دوست ! ہم سے کوئی بات مت چھپاؤ۔ ہمیں ان درختوں کے جھنڈ میں لے چلو، جہاں پہلی بار تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ ہمیں اُس کھیت میں لے چلو جہاں تم نے بھنگڑا ناچ دکھا کر اُس رُوح ثقافت کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ ہم اُس کھیت کی مٹی اٹھا کر چاروں طرف بکھیر دیں گے۔ تاکہ اُس ملک کے گوشے گوشے سے ثقافت کے چشمے پھوٹ نکلیں۔

کامریڈ ۱۰ : (۹ سے مخاطب ہو کر) تم پہلوان جی سے کتاب لے کر یہ شعر نقل کر لو اور مجھے اس کا مطلب بتاؤ۔

کامریڈ ۹ : (کتاب لے کر شعر نقل کرنے کے بعد) کامریڈ ! اس کا مطلب یہ ہے کہ بیاکھ کے پھینے میں رانجھے کی جدائی کے باعث ہیر کی زندگی ابھرن ہو گئی۔ وہ تار و قطار روتی تھی۔ اور اُس کی جان لبوں پر اچکی تھی۔

کامریڈ ۱۱ : (نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر) پہلوان جی ! تمہیں معلوم ہے کہ خاص طور پر بیاکھ کے پھینے میں ہیر کے جاں بلب ہونے کی کیا وجہ تھی ؟

دیہاتی : پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو ؟

کامریڈ ۱۲ : پہلوان جی ! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم بھی تمہاری طرح کامریڈ رانجھا کے بچاری ہیں۔ تم آج سے ہمیں اپنے دکھ درد میں شریک سمجھو۔ تمہیں شروع سے لے کر

آخر تک اتنی ضخیم کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وارث شاہ نے اس ایک ہی شعر میں اس زمانے کا اہم ترین مسئلہ حل کر دیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ بیاکھ کے مہینے بیاکھی کا میلہ لگتا ہے؟

کامریڈ ۹: (دبی زبان میں ننا سے مخاطب ہو کر) بھٹی خدا کے لئے ہر جگہ اپنے آپ کو بے وقوف ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بیاکھی کے میلے کا اس شعر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

کامریڈ ۱۰: دیکھو بھائی! مجھے بار بار ٹوکنے کی کوشش نہ کرو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بیاکھ کے مہینے کی اہم ترین چیز بیاکھی کا میلہ ہوتا ہے۔ اس علاقے کا کوئی مسلم العقلم آدمی بیاکھی کے میلے کو بیاکھ سے جدا نہیں کر سکتا۔ میں پہلوان جی کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ بیاکھ کے مہینے میں انسان کی دگوں میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے اور زندگی کی وہ اُننگیں جو موسمِ سرما میں دبی رہتی ہیں، پوری شدت کے ساتھ جاگ اٹھتی ہیں۔ بیاکھی کے میلے پر بانگے ترچھے چوڑے چکلے دیہاتی جوان اپنے دیے ہوئے جذبات کے اظہار کے لئے بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ اس شعر کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہیرا ایک دن چوری چھپے بیاکھی کے میلے میں پہنچ جاتی ہے۔ وہاں اُس کے گاؤں کے نوجوان بھنگڑا ڈال رہے ہیں لیکن رانجھا وہاں موجود نہیں اور اگر وہ وہاں موجود ہے تو وقتی مصالحتیں اُسے کھلے بندوں اپنے جذبات کا اظہار کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ اُسے افشاںے راز کا خوف ہے۔ اُسے ہیرا کے چچاؤں، ماموؤں یا بھائیوں کی ناراضی کا ڈر ہے جو زبان کی بجائے لاکھٹیوں کے ساتھ ہمکلام ہوتے ہیں۔ رانجھا ایک طرف الگ تھلک بیٹھا ہے۔ اُس کے رگ و پے میں بکلیاں دوڑ رہی ہیں۔ ہیرا اُسے چھپ چھپ کر دیکھتی ہے اور اُس کی مجبوری اور بے بسی کے احساس سے اُس کا جی بھر آتا ہے۔ وارث شاہ نے صرف ایک ہیرا اور ایک رانجھے کا قصہ بیان کیا ہے لیکن آج کتنی ہیریاں

اور کتھہ رانجھے ہیں جن کے حوصلے اور دلوں سے بیا کھ کے جینے میں بھی گھٹ کر رہ جاتے ہیں۔ پہلوان جی! تم اپنی ہی طرف دیکھو۔ کیا یہ ٹریڈی نہیں کہ تم جیسا خوبصورت تو جوان جس پر اس ملک کی ثقافت کا جھنڈا بلند کرنے کی اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جس کا جسم قدرت نے ناپنے اور کھترنے کے لئے بنایا ہے ایک کٹے ہوئے مسافر کی طرح پیال کے ڈھیر پر بیٹھا ہے۔ تم گانا چاہتے ہو اور تمہارے پھیپھڑے اتنے توانا ہیں کہ تمہاری آواز میلوں تک جاسکتی ہے۔ لیکن تم لوگوں کی نگاہوں سے چھپ چھپ کر اپنے ارمان نکالتے ہو۔ تم ناپنا چاہتے ہو اور تمہارا ناپ درختوں کو دھد میں لاسکتا ہے۔ لیکن رجبت پسندی نے تمہارے پاؤں جکڑ دئے ہیں۔ مجھے جواب دو پہلوان جی اس سے زیادہ المٹاکیاں اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم کو خیتے جی رجبت پسندی کے قبرستان کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔ میرے مظلوم بھائی! تمہارے جسم کے پٹھے فولاد کی طرح سخت ہیں لیکن تمہارا ذہن بیدار ہے۔ تم وہ شیر موخے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہے خدا کے لئے رجبت پسندی کے اس پنجرے کی سلاخیں توڑ دو۔ تاپو تاکہ کائنات کو وجد آجائے۔ گاڈ تاکہ دھرتی کے سینے سے نغموں کا سیلاب پھوٹ نکلے۔ کامریڈ! ہم تمہارے لئے نئی زندگی کا پیغام لائے ہیں۔

دیہاتی: (اپنے جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تم نے یہ دیکھا ہے؟
 کامریڈ: پہلوان جی! معاف کیجئے مجھے آتے ہی اس کی تعریف میں کچھ کہنا چاہیے تھا۔ یہ ویسی جوتا ہماری دیہاتی ثقافت کا ایک اہم نشان ہے۔ میرے خیال میں بھنگڑا تاج کے دو ہی تو لوازمات ہیں۔ ایک ڈھول اور ایک یہ جوتا۔ لیکن آپ یہ جوتا پہن کر چل سکتے ہیں؟ یہ کچھ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو ذرا اپنے پاؤں دکھا دیجئے۔

دیہاتی: تمہیں میرے پاؤں دیکھنے کی بجائے اپنے سر کی فکر کرنی چاہیے۔
 ۹۔ (غٹا کے کان میں) کامریڈ! معاملہ بگڑ گیا ہے۔ اس کی کلاٹیاں تمہاری رانوں سے زیادہ

موٹی ہیں۔ اور اُس کے ہاتھ میں یہ جوتا اُس لڑکی کے بھائی کی کالی ڈانگ سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔

دیہاتی : اسے کیا سمجھا رہے ہو؟

ع : پہلوان جی! میں نے اپنے ساتھی سے یہ کہا ہے کہ اب دیر ہو گئی ہے اور ہمیں پہلوان جی کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

دیہاتی : ارے میں بیوقوف نہیں ہوں۔ تم مجھے گالیاں دے رہے تھے؟

ع : نہیں پہلوان جی! میرا ساتھی آپ کی تعریف کر رہا تھا۔ یہ کہہ رہا تھا کہ آپ اس جنگل کے ٹارزن ہیں اور آپ کے ہاتھ اتنے طاقتور ہیں کہ ہاتھی سے مقابلہ ان پڑے تو آپ اُس کی سونڈ مروڑ ڈالیں۔ جنگل کے چھوٹے موٹے جانوروں کو تو آپ اس جوتے سے مار ڈالتے ہوں گے۔

دیہاتی : (قدرے مطمئن ہو کر) ٹارزن کون ہے؟

ع : پہلوان جی! مجھے افسوس ہے کہ آپ نے ٹارزن کی فلم نہیں دیکھی۔ ٹارزن کی کہانی یہ ہے کہ وہ بچپن سے افریقہ کے بندروں اور دوسرے جانوروں کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ تمام جانوروں کی بولیاں سیکھ جاتا ہے۔ بڑا ہو کر وہ شیروں، چیتوں اور دوسرے درندوں کے ساتھ لڑتا ہے۔ اگر کوئی بڑا خطرہ پیش آتا ہے تو وہ عجیب و غریب آوازیں نکال کر ہاتھیوں کو مدد کے لئے بلاتا ہے۔ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اگر اُسے یہ جوتا دکھا دیا جائے تو وہ جنگل چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

دیہاتی : تم میرا اور رانجھا کا مذاق اڑا رہے تھے۔ تم گاؤں کی لڑکیوں کے سامنے بھنگا ڈالنے کے متعلق بکواس کر رہے تھے۔

ع : واہ پہلوان جی! آپ کتنے سادہ دل ہیں۔ ہم مذاق کر رہے تھے اور آپ غصے میں آگئے۔ آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ ہم ہر ویسے ہیں۔ ہم کلاؤنٹ کا بھیس بدل

کر آئے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو اٹھ کر دیکھئے سائیکلوں پر ہمارا سامان لدا ہوا ہے۔
 دیہاتی اٹھ کر سائیکلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ اچانک اُس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ
 نمودار ہوتی ہے اور وہ ہنسنا شروع کر دیتا ہے۔ کامریڈ بھی ایک کھوکھلا قہقہہ لگاتے ہیں
 دیہاتی اچانک سنجیدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

دیہاتی : تم کس بات پر ہنس رہے تھے ؟

۹۔ : (اپنے ساتھی سے) کامریڈ ! خدا کے لئے اب کوئی اور حماقت نہ کر بیٹھا۔

۱۰۔ : (دیہاتی کی طرف متوجہ ہو کر) پہلوان جی ! ہم پہلی بار شہر سے باہر نکلے ہیں اور ہمیں معلوم
 نہیں کہ دیہاتی لوگ کس بات پر خوش اور کس بات پر ناراض ہوتے ہیں۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں
 تو ہم ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں۔

دیہاتی : اچھا پوچھو۔

کامریڈ ۱۱۔ : اس علاقے میں بھنگڑا ناچ نہیں ہوتا ؟

دیہاتی : کبھی کبھی کسی گاؤں کے نوجوان پوری چھپے ناچ لیتے ہیں لیکن لوگ پسند نہیں کرتے۔
 کامریڈ ۱۲۔ : آپ کا مطلب ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں چھپ کر ناچتے ہیں۔

دیہاتی : نہیں انہیں بھنگڑا ناچ گھروں میں نہیں ہوتا۔

۱۳۔ : تو پھر کہاں ہوتا ہے ؟

دیہاتی : باہر کسی کھیت میں اور وہ بھی عام طور پر رات کے وقت۔ لیکن جس گاؤں میں چودھری
 شریف ہو وہاں کھیتوں میں بھی کوئی شخص بھنگڑا ڈالنے کی جرات نہیں کرتا۔

کامریڈ ۱۴۔ : پہلوان جی ! آپ اُسے شریف کہتے ہیں۔ ہم اُسے رحمت پسند کہتے ہیں۔ اچھا

آپ یہ بتائیے کہ بھنگڑا ناچ کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟ میرے خیال میں

جو شخص بھنگڑے کا انتظام کرتا ہو گا وہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو اس قسم کے دعوت

نامے بھیجتا ہو گا کہ فلاں جگہ فلاں تاریخ فلاں وقت بھنگڑا ڈالنے کا مقابلہ ہو گا۔ اس

لئے آپ کی تشریف آوری بہت ضروری ہے۔

دیہاتی : (ہنس کر) تم پھر میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔

کامریڈ ۹ : نہیں پہلوان جی! ہم مذاق نہیں کرتے۔ ہم صرف اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے

دیہاتی : بھنگڑے کے شوقین صرف ڈھول کی آواز سن کر جمع ہو جاتے ہیں۔ خاص کر میلوں میں

تو یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص ڈھول بجاتا ہے اور بھنگڑے کے شوقین لنگوٹے کس کر ڈھول

کی تال پر اس کے گرد ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔

کامریڈ ۹ : یعنی آپ کا مطلب ہے کہ یہ دعوت ڈھول کے ذریعے دی جاتی ہے۔

دیہاتی : ہاں!

کامریڈ ۹ : یعنی لوگوں کے کسی مجمعے کے سامنے جب بھنگڑے کی تال پر ڈھول بجایا

جائے گا تو بھنگڑا اڑانے والے خود بخود لنگوٹے کس کر میدان میں آجائیں گے۔

کامریڈ ۹ : یار! میں نے فلم میں جو بھنگڑا دیکھا تھا وہ تو تہ بند کے ساتھ تھا۔ پہلوان جی کی بات

سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بھنگڑا بہت ماڈن ہے۔

کامریڈ ۹ : اچھا پہلوان جی! ہم اب آپ سے اجازت لیتے ہیں۔

دیہاتی : تم کہاں جا رہے ہو؟

کامریڈ ۹ : پہلوان جی! اب میں آپ کو سچی بات بتاتا ہوں۔ آج ہمارا پروگرام یہ ہے کہ ہم

کسی جگہ دیہاتی لوگوں کا بھنگڑا دیکھیں۔ اگر آپ کسی ایسے گاؤں کا پتہ دے دیں جس

کا چودھری رجعت پسند میرا مطلب ہے کہ تشریف نہ ہو اور جہاں ڈھول کی آواز پر

چند منچلے جمع ہو سکتے ہوں تو ہم آپ کے بہت شکر گزار ہوں گے۔

دیہاتی : یہاں اس پاس کوئی ایسا گاؤں نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تمہاری سڑا لٹڈ اکوٹ

میں پوری ہو سکتی ہے۔

کامریڈ ۹ : لٹڈ اکوٹ کہاں ہے پہلوان جی؟

دیہاتی : لنڈاکوٹ یہاں سے کوئی چھ میل دُور ہے۔ سڑک پر کوئی پانچ میل چلنے کے بعد
 تمہارے راستے میں ایک نہر آئے گی۔ نہر کا پل عبور کرنے کے بعد دائیں ہاتھ مڑ جاؤ۔
 پیٹری پر کوئی آدھ میل چلنے کے بعد تمہیں اپنے بائیں ہاتھ جو پہلا گاؤں دکھائی دے
 گا وہ لنڈاکوٹ ہے۔

چوتھا منظر

دہر کے پل کے قریب چائے اور سگریٹوں کی ایک دکان کے سامنے چند آدمی ٹوٹی پھوٹی کرسیوں اور لکڑی کے ایک پنج پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پاس ہی سڑک کے کنارے چند تانگے کھڑے ہیں۔ کامریڈ ۹ اور منٹا دوکان سے تھوڑی دور سائیکل روک کر اتر پڑتے ہیں۔

کامریڈ ۹: دیکھو کامریڈ! اگر تم نے ان لوگوں کے ساتھ ثقافت کا مسئلہ چھیڑ دیا تو میں بھاگا جاؤں گا۔ ہمیں ان لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں کہ ہم لنڈا کوٹ جا رہے ہیں۔ مجھ سے اب سائیکل پر نہیں بیٹھا جاتا۔ میں اپنی سائیکل اس دکان پر چھوڑ کر پیدل چلوں گا۔ کامریڈ منٹا: سائیکل تو میں بھی نہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن ڈھول کون اٹھائے گا۔ لنڈا کوٹ میں ڈھول کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

کامریڈ ۹: بھائی ڈھول میں اٹھالوں گا۔ اب خدا کرے اس دوکان سے ذرا اچھی چائے مل جائے اور ہم تازہ دم ہو جائیں۔

کامریڈ منٹا: یار میرا تو کافی پینے کو جی چاہتا ہے۔

کامریڈ ۹: واہ بھائی! تمہارا خیال ہے کہ تم لاہور کی مال روڈ پر پھر رہے ہو؟

کامریڈ ۹: مجھے یقین ہے کہ کافی مل جائے گی۔

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ دوکان کے سامنے سائیکلیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ دوکان دار اور دوسرے لوگ دور ہی سے اُن کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں)۔

۹: (دبی زبان میں) کامریڈ! مجھے ان لوگوں کی مسکراہٹ قطعاً پسند نہیں۔

۱۰: (دوکان دار سے) بھٹی ہمیں کافی کی ضرورت ہے۔

دوکاندار: جی کیا کہا کافی! اگر آپ سُنائیں گے تو ہم سُن لیں گے۔ لیکن گڑ کی چائے کی ایک ایک

پیالی کے سوا میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکوں گا۔ دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ

ہو کر بھٹی انہیں ذرا بیٹھنے کی جگہ دو۔ یہ تمہیں کافیاں سُنانا چاہتے ہیں۔

کامریڈ ۹: (بیشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے) بھٹی تم میرے ساتھی کا مطلب نہیں سمجھے۔

یہ کافی پینا چاہتا ہے۔ گانا نہیں چاہتا۔

دوکاندار: بھائی صاحب! ہم نے تو لوگوں کو کافیاں گاتے سُنائے ہیں پتے نہیں دیکھا۔ مجھے

خود کتھے شاہ کی کٹی کافیاں یاد ہیں۔

کامریڈ ۹: بھٹی تم ہمارا مطلب نہیں سمجھے۔ ہمیں چائے کی ایک پیالی بنا دو!

دوکاندار: بہت اچھا جی! میں ابھی چائے بنا دیتا ہوں۔

وقفہ

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ دوکان کے سامنے لکڑی کے بیچ پر بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں ایک

طرف سے ایک دیہاتی اپنا ٹوٹا ہوا دوکان کے سامنے آتا ہے)۔

دیہاتی: (ثقافتی ساز و سامان سے لہجی ہوئی سائیکلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) دوکاندار

سے مخاطب ہو کر)

دوکاندار: یہ لوگ آگئے ہیں؟

دوکاندار : (کامریڈ ۹ اور عا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ آگئے ہیں۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ انہیں ہمارے چودھری نے بلایا ہے۔

دیہاتی : (کامریڈ حضرات سے) میرا خیال تھا کہ تم لوگ موٹر پر آؤ گے۔ وہ نہیں آئی ؟

کامریڈ ۹ : بھئی تم کس کے متعلق پوچھ رہے ہو ؟

دیہاتی : میں ریشیاں کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔

عا : ریشیاں کون ہے ؟

دیہاتی : ارے یار وہی جھنڈو ڈوم کی لڑکی۔

عا : اُسے یہاں آنا تھا۔ کیا تم اُسی جھنڈو ڈوم کا ذکر کر رہے ہو جسے اُس کے گاؤں والوں نے نکال دیا تھا ؟

دیہاتی : ہاں بھئی وہی، اور جھنڈو ڈوم کون ہے ؟

۹ : جھنڈو ڈوم کی لڑکی یہاں کس لئے آ رہی ہے ؟

دیہاتی : بھئی جس طرح تم آگئے ہو اُسی طرح وہ بھی آ رہی ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب تم میں سے کوئی ہمارے گاؤں نہیں جاسکے گا۔

۹ : تمہارا گاؤں کونسا ہے ؟

دیہاتی : ہمارا گاؤں گنجا پود ہے۔

عا : وہاں کوئی میلہ ہے ؟

دیہاتی : نہیں بھئی ہمارے چودھری کے لڑکے کی شادی ہے لیکن اب تم وہاں نہیں جاسکو گے۔

چودھری صاحب کی برادری کا یہی فیصلہ ہے کہ شادی پر گانا بجانا نہیں ہوگا۔

(دوکاندار سے مخاطب ہو کر) بھئی وہ لوگ موٹر سے یہاں اُتریں گے۔ انہیں یہ پیغام دے دینا کہ گاؤں میں ان کی ضرورت نہیں اس لئے وہ واپس چلے جائیں۔

کامریڈ ۹ : (دیہاتی سے) بھائی صاحب! آپ کو یقین ہے کہ جھنڈو ڈوم کی لڑکی یہاں

آئے گی۔

دیہاتی : ہاں بھی ! وہ ضرور آئے گی۔ پر سون چودھری صاحب کا نوکر اُسے تیس روپے دے کر آیا تھا۔ تم شاید بن بلائے آگئے ہو۔ لیکن اب تمہارا دماغ جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔
(دیہاتی ٹٹو کو بھگاتا ہوا نکل جاتا ہے)

دوکاندار : بھیٹی مجھے افسوس ہے۔

ع : کس بات کا ؟

دوکاندار : بھیٹی میں سوچ رہا ہوں کہ چودھری قادر بخش جیسے لوگ بھی تمہاری قدر نہ کریں تو تمہاری روٹی کا دھندا کیسے چلے گا ؟

ع : یار ہم روٹی کا دھندا کرنے نہیں آئے۔ ہمارا کام صرف ثقافت کی خدمت ہے۔

ع : یار بہت بیوقوف ہو تم، بار بار ثقافت کا لفظ استعمال کرتے ہو۔

دوکاندار : سخاوت اچھی چیز ہوتی ہے۔ لیکن اس زمانے میں سخاوت کون کرتا ہے دھڑک پر

ایک بس بڑکتی ہے۔ دکان سے ہائی آڈمی اٹھ کر بس کی طرف چلے جاتے ہیں۔ دو آدمی

اور ایک نوجوان لڑکی بس کے اتر کر دوسرا دھڑ دیکھتے ہیں۔ لڑکی سرخ رنگ کا لباس پہنے

ہوئے ہے۔ اُس کا ایک بڑی بڑی موٹھیوں والا موٹا تازہ سا تھی جو کافی عمر رسیدہ معلوم

ہوتا ہے ایک ہاتھ میں حقہ ٹھانے لورنگے میں ہارونیم ڈالے ہوئے ہے۔ دوسرا

ساتھ لڑکے درمیانے قد اور مضبوط عظیم کا نوجوان ہے اور اُس کے ایک ہاتھ میں گٹھری

ہے جس میں دو طبلے بندھے ہوئے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں لوسے کا ایک چھوٹا سا

بکس ہے۔ لڑکی کے نقوش ڈائیکٹنگ میں اور اُس کے چہرے پر پوڈر کی ایک تہہ چڑھی

ہوئی ہے۔ بوڑھا آدمی اپنے ساتھیوں کو پوچھ کر دوکان کی طرف بڑھتا ہے۔

دوکاندار : کیوں بھیٹی تمہارا نام مجھ کو سنا ؟

بوڑھا آدمی : ہاں جی ! گنیا پور سے چودھری قادر بخش کا کوئی آدمی ہمیں لینے نہیں آیا ؟

دوکاندار: چودھری کا آدمی آیا تھا لیکن وہ یہ کہہ کر چلا گیا ہے کہ گاؤں میں گانا بجانا نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ لوگ واپس چلے جائیں۔

بوڑھا: یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم اُن کے لڑکے کی شادی پر جا رہے ہیں۔
دوکاندار: تمہاری مرضی۔ میرا کام صرف پیغام دینا تھا۔ اگر تمہیں دھکے کھانے کا شوق ہے تو چلے جاؤ وہاں۔

لڑکی: (ذرا آگے بڑھ کر بلند آواز میں) دھکے کھائیں ہمارے دشمن۔ بابا ہم اُن کے پیسے واپس نہیں دیں گے۔

دوکاندار: ارے چودھری قادر بخش پیسے کب واپس مانگتا ہے۔
(جھنڈو سٹختے کاش لگاتا ہوا واپس ٹرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو میکر مرک بکے دوسرے کنارے پر بیٹھ جاتا ہے۔ کامریڈ ۹ اور ۱۰ اپنی سائیکلیں اٹھا کر باتیں کرتے ہوئے اُن کی طرف بڑھتے ہیں۔)

نوجوان: (جھنڈو سے سرگوشی کے انداز میں) چچا! ادھر دیکھو۔ مجھے یقین ہے کہ چودھری کو انہوں نے ہمارے خلاف بھڑکایا ہوگا۔ تم انہیں جانتی ہو ریشماں!
ریشماں: نہیں! میں نے یہ سب کبھی نہیں دیکھے۔

کامریڈ ۱۰: (اپنی سائیکل کھڑی کرتے ہوئے) کامریڈ جھنڈو! ہم تمہیں سلام عرض کرتے ہیں۔
جھنڈو: تم پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں گنچا پودے کے سوا کوئی اور گاؤں نہیں ملتا تھا۔

۱۰: بابا ہم گنچا پودے نہیں جا رہے اور ہمارا کام تمہارا حق مارنا نہیں۔ ہم تو تمہارا راستہ صاف کر رہے ہیں۔

جھنڈو: اچھا راستہ صاف کیا ہے تم نے (اپنے ساتھی سے) رمضان! تم پہلے یہیں چھوڑ دو اور سیدھے چودھری کے پاس جاؤ اور اُن سے پوچھو ہم سے کیا تقصیر ہوئی ہے۔

اگر بات بن گئی تو واپس آکر ہمیں اطلاع دو۔ اگر تمہیں وہاں کامیابی نہ ہوئی تو ہم واپس

چلے جائیں گے، لیکن جلدی آنا۔

رمضان : چچا ! گنجا پور یہاں سے چار میل ہے۔

۱۔ : کامریڈ رمضان ! تم سائیکل چلا سکتے ہو؟

رمضان : مجھے معلوم نہیں کامریڈ کیا ہوتا ہے لیکن میں سائیکل ضرور چلا سکتا ہوں۔

۲۔ : تم میری سائیکل لے جاؤ اور جب ہماری دوبارہ ملاقات ہوگی تو میں تمہیں کامریڈ کے

معنی بھی سمجھا دوں گا۔ یہ سامان اُتار کر یہاں رکھ دو۔ (رمضان اُٹھ کر سائیکل سے سامان

اُتارنے لگتا ہے)۔

جھنڈو : نہیں رمضان ! تم پیدل جاؤ۔ یہ لوگ سائیکل دے کر ہم سے حقہ وصول کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ : چچا جھنڈو ! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارا پیشہ گانا بجانا نہیں ہے۔

جھنڈو : برخوردار ! تم مجھے یہ قوف نہیں بنا سکتے۔ اگر تم گانے بجانے کا دھندا نہیں کرتے

تو یہ سامان جو تمہاری سائیکلوں پر لدا ہوا ہے مکھن پڑھنے کے کام آتا ہے کیا؟

۴۔ : کامریڈ ریشیاں ! اپنے باپ کو سمجھاؤ۔ ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ ہم لاہور سے اپنی

قومی ثقافت کی تلاش میں آئے تھے اور تم سر پا ثقافت ہو۔

ریشیاں ! اجی میں نے تمہارے جیسے بہت دیکھے ہیں۔ میرے ساتھ سیدھے منہ بات کرو۔

۵۔ : اومائی گاڈ ! تم نرے آؤ ہو۔

جھنڈو : کون آؤ ہے؟

۶۔ : چچا میں اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ بات یہ ہے کہ ہم ایک ضروری کام سے لنڈا کوٹ

جا رہے تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اپنی سائیکل اس دوکان پر چھوڑ جائیں۔ اب اگر رمضان

کو ضرورت ہے تو وہ ہماری سائیکل سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

جھنڈو : تو تم گنجا پور نہیں جانا چاہتے؟

۷۔ : نہیں جی بالکل نہیں!! اگر گانا بجانا ہمارا پیشہ ہوتا تو بھی ہم وہاں نہ جاتے۔ جب گنجا پور والے

چودھری کا آدمی آیا تھا تو ہم اس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُس نے ہمارے سامنے یہ کہا تھا کہ وہاں تاج گانا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آپ تسلی کرنا چاہتے ہیں تو رمضان کو پیدل بھیجنے کی بجائے سائیکل پر بھیج دیں۔ ممکن ہے گاؤں والے اپنا فیصلہ بدل دیں۔

جھنڈو : اچھا رمضان بے جاؤ ان کی سائیکل۔

(رمضان کامریڈینٹ کی سائیکل سے سامان اُتار کر ان کے قریب رکھ دیتا ہے۔ اور

سائیکل پر سوار ہو کر ایک طرف نکل جاتا ہے)۔

جھنڈو : (کامریڈینٹ سے) بھئی تمہارے ساتھ کوئی ناچنے والی بھی آئی تھی؟

س : نہیں بھائی! ہمارے ساتھ کوئی ناچنے والی نہیں آئی۔

جھنڈو : تو پھر یہ گھنگھرو کس لئے ہیں؟

س : چچا جھنڈو! یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ہم دیہاتی ثقافت کو زندہ کرنے

کا ایک وسیع پروگرام لے کر آئے ہیں۔

جھنڈو : دیکھو کامریڈ! میں اس لفظ کے بار بار استعمال پر شدید احتجاج کرتا ہوں۔ اگر تم

بصدر ہے تو مجھے تمہارا ساتھ چھوڑنا پڑے گا۔ (جھنڈو سے) چچا جھنڈو! تم اس

بات پر حیران ہو گئے کہ میں آج اپنے دل میں آپ کو تلاش کرنے کا پروگرام بنا چکا

تھا۔ ہم تمہارے گاؤں میں گئے تھے اور وہاں سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ تم کسی شہر

میں چلے گئے ہو۔ میں کسی سے یہ نہ پوچھ سکا کہ تم کس شہر میں رہتے ہو۔ لیکن اہم دین

کے رہٹ سے روانہ ہونے کے بعد میں اپنی کوتاہی پر بہت پشیمان تھا۔ میرا

ارادہ تھا کہ میں تمہارا ایڈریس معلوم کرنے کے لئے دوبارہ وہاں جاؤں گا۔

جھنڈو : تمہیں میرے ساتھ کیا کام تھا؟

س : میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس ملک کے تمام ترقی پسند تہذیبی ان عظیم

خدمات کا اعتراف کرتے ہیں جو تم نے ثقافت کو زندہ کرنے کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔ ہمیں امام دین نے یہ بتایا تھا کہ گاؤں کے رحبت پسند لوگوں نے تمہیں وہاں سے نکال دیا ہے اور ہم تم کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس ملک میں ثقافت کا بول بالا کرنے کے لئے تم نے جو قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ کامریڈ جھنڈو! وہ دن دور نہیں جب اس گاؤں میں تمہارے اُچھے ہوئے گھر کو قومی یادگار بنایا جائے گا۔ تمہیں اس لئے گاؤں سے نکالا گیا تھا کہ تمہاری لڑکی ایک عظیم آرٹسٹ کا دل اور دماغ لے کر پیدا ہوئی تھی اور اُس نے رحبت لوگوں کے خوف سے زندگی کے فطری تقاضے دبانے کی کوشش نہیں کی۔ کامریڈ! میرے منظر اور ستم رسیدہ کامریڈ! وہ دن دور نہیں جب اس ملک کے بڑے بڑے لوگ تمہارے گھر کا طواف کیا کریں گے اور ہر سال تمہاری برسی منائی جائے گی۔ یہ تمہاری بدقسمتی تھی کہ تم نے ایک ایسے علاقے میں آرٹ اور ثقافت کی سرپرستی شروع کی تھی جہاں تمہیں پولیسی دینے والا کوئی نہ تھا لیکن اب چند دن کے اندر اندر تمہاری شہرت ملک کے کونے کونے میں پہنچ جائے گی۔ ہم کامریڈ الف دین سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ تمہاری پولیسی کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دے۔

جھنڈو: (ریشماں کی طرف متوجہ ہو کر سرگوشی کے انداز میں) ریشماں! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجھے یہ لوگ ٹھگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ جاتے جاتے یہ اپنے ہارمونیم کے ساتھ ہمارا ہارمونیم بھی نہ لیتے جائیں۔

ریشماں: میاں جی! آپ فکر نہ کریں۔ میں انہیں خوب پہچانتی ہوں۔

۹۔ کیا بات ہے چچا جھنڈو؟

جھنڈو: بھئی بات یہ ہے کہ تم جوان ہو اور میں بڑھا ہوں۔ لیکن ہمارا پیشہ ایک ہے۔ اس لئے تمہیں میرے ساتھ مذاق نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر گاؤں کے کسی آدمی نے تمہیں ریشماں

کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات بتائی ہے تو تمہیں بار بار میرا دل نہیں دکھانا چاہیئے۔
 ۱۔ : کامریڈ جھنڈو : خدا کی قسم ہم تم پر فخر کرتے ہیں۔ اگر ہماری ملاقات اس دن ہو جاتی جسکے
 گاؤں کے لوگوں نے تم کو نکال دیا تھا تو ہم یقیناً تم کو لاہور لے جاتے اور وہاں ہر
 ترقی پسند ثقافتی ادارے سے مطالبہ کرتے کہ وہ تمہارا خیر مقدم کرے۔ ہمارا پیشہ
 گنا بجانا نہیں لیکن ہم ثقافت کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔

ریشماں : تمہارا پیشہ کیا ہے ؟

کامریڈ ۹ : ابھی ہم تعلیم سے فارغ ہوئے ہیں اور ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے
 کا موقع نہیں ملا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ملازمت کا دھندا کرنے سے پہلے ہم کچھ عرصہ ثقافت
 کے ذریعے عوام کی خدمت کریں۔ لوگوں کی پسماندگی اور بے ہالتا دور کرنے کا واحد طریقہ
 یہ ہے کہ ثقافتی سرگرمیاں تیز کر دی جائیں۔

جھنڈو : تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی میرا حتمہ بچھ گیا ہے اور میں اس دوکان
 سے چلم بھرنے جا رہا ہوں۔

(جھنڈو حتمہ اٹھا کر دوکان کی طرف چلا جاتا ہے)

کامریڈ ۱ : کامریڈ ریشماں : تم نے لاہور دیکھا ہے ؟

ریشماں : بابو جی : مجھے لاہور دکھانے کے لئے دل گروے کی ضرورت ہے۔

۹ : ہمیں افسوس ہے کہ ہم اپنی سائیکلوں کی بجائے کامریڈ الف دین کی کار پر
 نہیں آئے۔ ورنہ تم یہ طعنہ نہ دیتیں کہ ہم تمہیں لاہور نہیں دکھا سکتے۔

ریشماں : جاؤ جی : جن کے پاس کار ہوتی ہے وہ اس طرح سائیکلوں پر ڈھول اور چمٹے
 باندھ کر نہیں پھرتے۔

۹ : کامریڈ : تم کار کو بہت بڑی چیز سمجھتی ہو۔ لیکن ہمارے کامریڈ الف دین کے پاس
 تین بہترین کاریں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک ہوائی جہاز بھی خرید سکتا ہے۔

ریشیاں : الف دین تمہارا کیا لگتا ہے ؟

ع : : کچھ نہیں، وہ ہمارا کامریڈ ہے۔

ریشیاں : کامریڈ کیا ہوتا ہے ؟

ع : : کامریڈ ساتھی کو کہتے ہیں۔

ریشیاں : لیکن تم مجھے بھی کامریڈ کہہ رہے تھے۔

ع : : اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو ہم یہ لفظ واپس لیتے ہیں۔

ریشیاں : (بگڑ کر) ایک عورت صرف ایک آدمی کی ساتھی ہوتی ہے۔ لیکن تم دونوں نے

مجھے باری باری کامریڈ کہا ہے۔

(ع اور اے بدحواس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں)

ع : (ریشیاں سے) یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا

ہوں کہ ہم نے کوئی بُری بات نہیں کی۔

ریشیاں : واہ جی ! آگے بُری بات کہنے والے۔ ذرا کہہ کر تو دیکھو :

ع : (ذرا آگے کھسک کر) دیکھو ریشیاں ! ہم تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

تمہیں جان بوجھ کر ہمارے ساتھ بگڑنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ میں یہ پوچھنا

چاہتا ہوں کہ جب ان لیماندہ اور رحمت پسند لوگوں نے تمہیں گاؤں سے نکال دیا

تھا تو تمہارے دل پر کیا گزری تھی۔ یقیناً تمہیں اس بات کا بہت دکھ ہوا ہوگا۔

ریشیاں : مجھے کیوں دکھ ہوتا۔ میں نے وہاں سے نکل کر خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

ع : : بہت بہادر ہو ریشیاں ! تم نے آرٹ اور ثقافت کے لئے اپنا گھر چھوڑنا پسند کر

لیا لیکن اگر بُرا نہ مارتو تو میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ سچ بتاؤ اس گاؤں میں تمہارا

کوئی مستردان نہیں تھا۔ یعنی میرا مطلب ہے کہ اس گاؤں میں ایک نوجوان بھی

ایسا نہ تھا جس کی یاد نے تمہیں ستایا ہو :

ریشماں : (منہ بسور کر) تم میرا دل کیوں دکھاتے ہو؟

۹ : اُف کامریڈ! تم بہت مظلوم ہو۔ اب ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ تم انسانوں سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تمہارے پڑوس میں ایک چوڑا پچلا جوان رہتا تھا۔ وہ گاؤں سے باہر ایک پیال کے ڈھیر پر بیٹھ کر ہیر وارث شاہ پڑھا کرتا تھا اور تم چھپ چھپ کر سنا کرتی تھیں پھر تم ڈھول ماہیا گایا کرتی تھیں اور وہ پہروں تمہاری دیوار کے قریب کھڑا رہتا تھا۔ اُسے تمہارے گیتوں کی طرح تمہارے تارح بھی بہت پسند تھے۔ تم دونوں اپنے مستقبل کے متعلق اسی قسم کے پروگرام بنایا کرتے تھے کہ ہم جیون ساتھی بن کر آرٹ اور ثقافت کی خدمت کریں گے۔ وہ گایا کرے گا تم ناچا کر وگی لیکن گاؤں کے سماج کے ٹھیکیداروں کی مخالفت کے باعث یہ حسین آرزوئیں پوری نہ ہو سکیں۔ گاؤں کے چودھری نے تمہیں نکال دیا اور اُسے شاید کسی تاریک کوٹھڑی میں بند کر رکھا ہے۔

ریشماں : اگر میرے متعلق تمہیں یہ باتیں امام دین نے بتائی ہیں تو وہ بالکل جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن اب مجھے ان باتوں کی کوئی پروا نہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے مرجھے ہیں۔

۹ : یہ بالکل غلط ہے۔ ایک آرٹسٹ کو کوئی نہیں مار سکتا۔ ہم تمہاری آپ بیتی سننا چاہتے ہیں۔

(دبی زبان میں نراسے مخاطب ہو کر) کامریڈ! اب ہماری گفتگو نازک مرحلے پر پہنچ چکی ہے اس کا باپ دوکان دار کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ تم جاؤ اور کچھ دیر اُسے وہیں روکنے کی کوشش کرو اور مجھے اس کے ساتھ تنہائی میں بات کرنے دو۔ میں ایک ایسی رپورٹ کے لئے مواد جمع کروں گا کہ کامریڈ الف دین خوش خوش کر اٹھے گا۔

۱۰ : پارٹی میں میں تم سے سینئر ہوں۔ اس لیے جھنڈو کے پاس تم جاؤ :

ریشماں : دیکھو جی تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔

۹ : نہیں نہیں اللہ کامریڈ ریشماں ! ہمیں تمہارے ساتھ ہمدردی ہے (منا سے) کامریڈ ! تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ وہ آجائے گا اور یہ ڈرامہ یہیں ختم ہو جائے گا۔

منا : غصے کی حالت میں اٹھ کر دوکان کی طرف چلا جاتا ہے۔

ریشماں : (منا سے) تم لنڈا کوٹ جا رہے تھے ؟

۹ : ہاں لیکن جانے سے پہلے میں اپنی بات ختم کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ زندگی میں ایسے اتفاقات بار بار نہیں آتے۔ میں اس خوش گوار ملاقات سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں آرٹ اور ثقافت کے نام پر تم سے لپٹ کر رہا ہوں کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ نوجوان کون تھا جسے گاؤں کے لوگوں نے ہمیشہ کے لئے تم سے پھین لیا۔

ریشماں : وہ ہماری برادری کا آدمی تھا لیکن میری بدقسمتی سے وہ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد شہر میں ملازم ہو گیا تھا اور یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ وہ میرے لئے پیال کے ڈھیر پر بیٹھ کر ہیر پڑھا کرتا تھا یا میں اُس کے لئے ڈھول مایا گایا کرتی تھی۔ اُسے ناپچ اور گانے سے نفرت تھی اور یہی وجہ تھی کہ اُس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۹ : کامریڈ ! تمہیں اس بات کا افسوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک آرٹسٹ کا ایک دقیانوسی کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ریشماں : تم ناپچ گانے کو پسند کرتے ہو ؟

۹ : یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں اپنی زندگی ثقافت کی خدمت کے لئے وقف کر چکا ہوں۔

ریشماں : تم ناپچ اور گانے کو ثقافت کہتے ہو ؟

۹ : ہاں۔

ریشماں : تم کسی ایسی لڑکی کی ثقافت پسند کرو گے جس کے ساتھ تمہاری منگنی ہو چکی ہو؟

۹ : کیوں نہیں۔

ریشماں : تم لاہور سے آئے ہو؟

۹ : ہاں۔

ریشماں : وہاں تمہارا کوئی گھر گھاٹ ہے؟

۹ : کیوں نہیں، میرے مکان کے آٹھ کمرے ہیں اور میرا باپ چار سو روپیہ تنخواہ لیتا

ہے۔

ریشماں : کیا گپ لگاتے ہو۔ آٹھ کمرے اور چار سو روپیہ ماہانہ تنخواہ۔ اور تم سائیکل پر ڈھول اٹھائے

پھرتے ہو۔ اگر میرے باپ کی تنخواہ تیس روپے ہوتی تو بھی ناچنا اور گانا تو درکنار وہ مجھے

گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی نہ دیتا۔

۹ : یہ بالکل غلط ہے۔ کامریڈ جھنڈو ایک آرٹسٹ ہے۔ اگر اُس کی آمدنی دو ہزار ہوتی تو بھی

وہ آرٹ اور ثقافت کی خدمت سے منہ نہ پھیرتا۔ اُس کی یہ خواہش ہوتی کہ اُسے ان لوگوں

کو پس ماندگی اور جہالت سے نکالنے کے لئے ایک عظیم الشان تھیٹر تعمیر کرنا چاہیئے۔ یہ

بھی ممکن تھا کہ وہ آج کسی فلم کمپنی کا مالک ہوتا اور تمہیں ہر فلم میں بہترین پارٹ دیا جاتا۔

لیکن تمہیں اپنے باپ کی غربت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر تم ہماری پارٹی میں

شامل ہو جاؤ تو ہم تمہارے لئے شہرت اور دولت کے تمام دروازے کھول دیں گے۔

ریشماں : تم مجھے ورغلا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ لیکن میں نے تم جیسے کئی دیکھے ہیں۔

۹ : ریشماں ! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تم ایک آرٹسٹ ہو اور ایک آرٹسٹ کو ظاہری اور

رہمی تکلفات سے بلند ہونا چاہیئے۔ ہم تمہارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ ثابت کرنا

چاہتے ہیں کہ تم ثقافت کی جون آف آرک ہو۔

رشتیاں : تم میرے ساتھ سیدھی بات کیوں نہیں کرتے۔ تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم اپنا پیٹ پالنے کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہو۔

۹ : بہت اچھا، تم یہی سمجھ لو۔

رشتیاں : ہم پہلے ہی ایک نکھوٹے سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔

۹ : وہ کون ہے ؟

رشتیاں : رمضان جو ابھی تمہاری سائیکل لے کر گیا ہے۔ وہ چھ ماہ سے طبلہ بجانا سیکھ رہا ہے۔ لیکن ابھی تک اسے سُر تال کا پتہ نہیں۔

۹ : مجھے افسوس ہے کہ تمہاری ذہنیت بالکل سرایہ دارانہ ہے۔ ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں اور تم یہ سمجھتی ہو کہ ہم تم سے کچھ لینا چاہتے ہیں۔ دیکھو یہ میری گھڑی ہے اور اس کی قیمت اڑھائی سو روپے ہے۔ یہ میرا قلم ہے اور یہ بچا پس روپیہ میں آتا ہے۔ میں تین چار روپے روزانہ صرف سگریٹ پر خرچ کرتا ہوں۔

رشتیاں : (آنکھیں جھکاتے ہوئے) تم بہت بے شرم ہو۔ ایسی باتیں تمہیں میرے باپ سے کرنی چاہئیں۔ وہ آزاد ہے۔

(۹ سڑک کے پار دیکھتا ہے۔ جھنڈا اور عمارتیں واپس آ رہے ہیں)

۹ : کامیڈ رشتیاں! اب ہم شام سے پہلے پہلے لنڈا کوٹ سے ہو آنا چاہتے ہیں۔ ہم وہاں صرف ایک ڈھول اور گھنگھرو لے جائیں گے۔ باقی سامان اور سائیکل یہیں چھوڑ جائیں گے۔ تم وعدہ کرو کہ ہمارا انتظار کرو گی۔

رشتیاں : لنڈا کوٹ میں تمہیں کیا کام ہے ؟

۹ : کوئی خاص کام نہیں، ہم جلد واپس آجائیں گے۔

رشتیاں : پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں وہاں کیا کام ہے ؟

۹ : ہم وہاں دیہاتی تاج دیکھنے جا رہے ہیں۔

رشتیاں : (بد دل ہو کر) وہ ناچنے والی کون ہے ؟
 ۹ : کلرٹیڈ : وہاں ناچنے والی کوئی نہیں۔ ہم دیہاتی تو جوانوں کا بھستگر ناچ
 دیکھنے جاز ہے ہیں۔

(جھنڈو اور سنا قریب آتے ہیں)
 سنا : (۹ سے) چلو کلرٹیڈ ! اب دیر ہو رہی ہے (جھنڈو سے) آپ ہمارے سامان کا
 خیال رکھیں۔ ہم جلد واپس آجائیں گے۔

پانچواں منظر

(کامریڈ ۹ اور عٹا نہر کی پٹری پر سیدیل جا رہے ہیں۔ کامریڈ ۹ کے گلے میں ڈھول لٹک رہا ہے اور کامریڈ عٹا کے کوٹ کی جیب سے گھنگھروں کی جھنکار سنائی دے رہی ہے۔)

کامریڈ ۹: (رگ کر بائیں ہاتھ ایک گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھی! مجھے یقین ہے کہ لنڈا کوٹ ہی ہے۔ کافی بڑا گاؤں معلوم ہوتا ہے۔ اب ہمیں پٹری چھوڑ کر اس پگ ڈنڈی پر چلنا چاہیئے۔ یہ ڈھول ایک مصیبت ہے۔ کاش ہمارے پاس کار ہوتی۔

عٹا: گھبراؤ نہیں میرے دوست! تم بہت جلد اسے اٹھا کر چلنے کے عادی ہو جاؤ گے۔
 ۹: میں کامریڈ الف دین سے مطالبہ کروں گا کہ آئندہ ایسی مہم کے لئے ہمیں ایک کار ایک گراموفون، ایک لاؤڈ سپیکر اور بھنگڑا میوزک کے چند ریکارڈ دیتا کئے جائیں۔ پھر ہمیں لوگوں کے ساتھ ثقافت کے مسئلے پر بحث کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔
 ہم ان دور افتادہ دیہاتوں کے قریب پہنچتے ہی کار کے اندر بیٹھے بیٹھے بھنگڑا میوزک کا ریکارڈ لگا دیا کریں گے۔ پھر تم دیکھو گے کہ دیہاتی عوام کس طرح اچھلتے کودتے اور

کھڑکتے ہوئے گھروں سے باہر نکلتے ہیں۔

۱۔ یہ تجویز معقول ہے۔ لیکن کار، گراموفون اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کا مطالبہ کرنے سے پہلے

ہمیں کامریڈ الف دین کو کوئی کارگزار دی دکھانی پڑے گی۔ تم اپنی نوٹ بک لے آئے ہو؟

۲۔ نہیں ہیں تو وہ اپنے سامان کے ساتھ ہی چھوڑ آیا ہوں اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔

۳۔ بھئی! میں یہ چاہتا تھا کہ لوگ بھنگڑا ڈالتے وقت جو گیت گاتے ہیں وہ نقل کر لئے

جائیں۔ تم بہت غیر ذمہ دار ہو۔ لیکن اب چلو۔

دکامریڈ ۴۔ اور میں پٹری سے اتر کر بگڈنڈی پر چل پڑتے ہیں۔ گندم، سرسوں اور کما

کے چند کھیت بھڑکرنے کے بعد انہیں گاؤں سے باہر لوگوں کا ایک اجتماع دکھائی دیا

ہے اور وہ رک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔

کامریڈ ۵۔ بھئی یہ عجیب اتفاق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں کے لوگ پہلے ہی بھنگڑا

ڈالنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

۶۔ کامریڈ! یہ تو اچھا خاصا اجتماع معلوم ہوتا ہے لیکن وہاں سے کوئی ڈھول وغیرہ کی آواز

تو نہیں آتی۔ ہاں بھئی! وہ دیہاتی حویلی کے ڈھیر پر بیٹھا ہیر پڑھ رہا تھا کہ میلوں کے

سوا دیہاتی لوگ عام طور پر باہر کھیتوں میں بھنگڑا ڈالتے ہیں۔

۷۔ اس وقت شاید ہمارا وہاں جانا مناسب نہ ہو۔ ہمیں کسی کھیت میں چھپ کر انتظار کرنا

چاہیئے۔ جب بھنگڑا شروع ہوگا تو ہم نیچے سے اُن کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ہم

اس وقت وہاں گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں اپنا پروگرام ہی ملتوی نہ کر دیں۔

۸۔ نہیں بھائی! ہم اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ جھنڈو اور اس کی صاحبزادی نے کہا تھا

کہ اگر ہم نے زیادہ دیر کی تو وہ ہمارا سامان دوکان دار کے پاس چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

اس سفر میں ان سے ملاقات ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ہمیں ان سے ابھی

بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اگر وہ چلے گئے تو انہیں دوبارہ تلاش کرنا آسان نہیں ہوگا۔

میرا یہ مشورہ ہے کہ ہم بھنگڑے کے سُر تال پر ڈھول بجاتے ہوئے اُن لوگوں کے پاس پہنچ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ ڈھول کی آواز سُنتے ہی وہ بے اختیار ناچنا شروع کر دیں گے اور ہمیں ثقافت کے موضوع پر لیکچر دے کر بنایا کھیل بگاڑنے کا موقع نہیں ملے گا۔

ع ۱ : میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ اب یہ ڈھول مجھے دے دو اور خود تیار ہو جاؤ۔

ع ۹ : کس بات کے لئے تیار ہو جاؤں ؟

ع ۱ : بھنگڑا ڈالنے کے لئے اور کس لئے (جیب سے گھنگر و نکال کر ع ۹ کو پیش کرتا ہے) اب وقت ضائع نہ کرو اور یہ گھنگر و باندھ لو۔

ع ۹ : دیکھو بھی تم جانتے ہو کہ میں نے ابھی تک اچھی طرح بھنگڑا ناچ نہیں سیکھا۔ پھر جہاں اتنے لوگ موجود ہوں وہاں میرے شامل نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

ع ۱ : (برہم ہو کر) دیکھو کامریڈ! یہ تمہاری ذاتی پسند یا ناپسند کا مسئلہ نہیں۔ میں پارٹی کے سینئر ممبر کی حیثیت سے اپنے خاص اختیارات استعمال کرتے ہوئے تمہیں دو منٹ کے اندر اندر گھنگر و پہننے کا حکم دیتا ہوں۔ اگر تم نے پس و پیش کیا تو لاہور پہنچ کر تمہارے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔

ع ۹ : نہیں نہیں کامریڈ! اگر تم سینئر ممبر نہ ہوتے تو بھی مجھے تمہارے حکم سے سربازی کی مجال نہ بھتی۔

(کامریڈ ع ۹ ڈھول اُتار کر نیچے رکھ دیتا ہے اور پاؤں کے ساتھ گھنگر و باندھ لیتا ہے)۔

ع ۱ : اب میں تمہیں ایک اور تحفہ دیتا ہوں۔

ع ۹ : وہ کیا ہے ؟

ع ۱ : (اپنے کوٹ کی دوسری جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک میلا کچھلا کپڑا نکالے ہوئے) دیکھو!

۹: یہ کیا ہے؟

۱۰: ارے یار! یہ لنگوٹا ہے اور بھنگڑا تاج میں اس کی اہمیت ڈھول اور گھنگھرو سے کم نہیں۔

۹: یہ غلیظ چتھیرا تم نے کہاں سے لیا ہے؟

۱۰: بھئی وہ دکان دار کہتا تھا کہ بھنگڑا تاج صرف لنگوٹا پہن کر کیا جاتا ہے اور اتفاق سے مجھے اُس کی دکان میں یہ لنگوٹا نظر آگیا اور میں نے آنکھ بچا کر جیب میں ڈال لیا۔ اب تم کسی حیل و حجت کے بغیر یہ لنگوٹا پہن لو اور یہ قیمتی وقت ضائع نہ کرو۔

۹: کامریڈ! تم مجھے اپنی سینارٹی کا رعب ڈال کر تنگ کرنا چاہتے ہو۔ تیلون کے لو پر لنگوٹا باندھنے کا مطالبہ انتہائی نامعقول ہے۔

۱۰: بھئی تمہیں تیلون کے اوپر لنگوٹا پہننے کا مشورہ کس بیوقوف نے دیا ہے۔

۹: اچھا تو تمہارا مطلب ہے کہ مجھے تیلون اتار کر لنگوٹا باندھنا پڑے گا؟

۱۰: یار تم جان بوجھ کر وقت ضائع کر رہے ہو۔ کم از کم اتنا تو سوچو کہ کامریڈ جھنڈو اور اس کی صاحبزادی تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔

۹: کامریڈ! میں احتجاج کرتا ہوں۔ میں شدید احتجاج کرتا ہوں۔ میری ٹانگیں اس قابل

نہیں کہ دیہاتیوں کے سامنے اُن کی نمائش کی جائے۔ میری رانیں میری پنڈلیوں

سے بھی زیادہ پتلی ہیں۔ یہ لنگوٹا تم پہن لو اور ڈھول بجانے کی خدمت میرے سپرد

کر دو!

۱۰: دیکھو کامریڈ! تم پورا ایک مہینہ بھنگڑا تاج کی مشق کر چکے ہو اور میں نے اس عرصہ

میں صرف ڈھول بجانا سیکھا ہے۔ اپنی ٹانگوں کے متعلق تمہیں لاہور میں سوچنا چاہیے

تھا۔ اب بحث کا وقت نہیں۔ پھر اگر ہماری ٹانگوں کا موازنہ کیا جائے تو تم اس لحاظ

سے خوش قسمت ہو کہ تمہاری ٹانگیں صرف پتلی ہیں۔ میری طرح پتلی ہونے کے علاوہ

ٹیکڑھی نہیں۔ تم سامنے اُس کما د کے کھیت میں چلے جاؤ اور اپنا لباس اور ٹوٹا آٹا رکھ
وہیں رکھ آؤ۔ بھنگڑا ناچ یا تو ننگے پاؤں کیا جاتا ہے یا دیسی جوتے کے ساتھ۔

۹: میں انتہائی مجبوری کی حالت میں ٹکڑا پھینکے کے متعلق تمہارے حکم کی تعمیل کرتا ہوں
اور اگر تم بعد ہو تو میں ٹوٹ بھی آتا رہتا ہوں۔ لیکن اس سردی میں کوٹ پتلون اور سویٹر
آٹا میرے لئے خود کشی کے برابر ہوگا۔ میں بھنگڑا ڈالتے کے لئے جا رہا ہوں پیرا کی
کے مقابلے میں شریک ہونے نہیں جا رہا۔

۱۰: کامریڈ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پانچ منٹ ناپھنے کے بعد
تمہیں پسینہ آجائے گا۔

۹: تم پتلیں کے ٹیکے ساتھ لائے ہو؟

۱۰: وہ کس لئے؟

۹: وہ اس لئے کہ پسینے کے بعد ٹھنڈی ہوا لگنے سے میں قدرت کی طرف سے کم از کم
جس انعام کی توقع کر سکتا ہوں وہ نہو نیا ہے۔

۱۰: بہت اچھا میں کوٹ وغیرہ آٹا کرنے کے متعلق تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ اب جلدی کرو۔

۹: لیکن کامریڈ! مجھے پتلون آٹا کرنے پر بھی اعتراض ہے۔ اگر میری خیف اور لاغر ٹانگوں
کی نمائش کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا تو میں پتلون کے پانچے اوپر چڑھتا ہوں۔
اس طرح تمہاری بات بھی رہ جائے گی اور میں بھنگڑے کے بعد تشنگی کے خطرے سے
بھنی بچ جاؤں گا۔ ورنہ میری پتلون تمہیں اٹھانی پڑے گی۔

۱۰: دیکھو کھٹی اب وقت ضائع نہ کرو۔ اگر تم اپنی پتلون یہاں نہیں چھوڑنا چاہتے تو اُسے
سر پر لپیٹ لو۔ دیہاتی لوگ بھنگڑا ڈالتے وقت اپنے سر پر چھوٹے چھوٹے پٹکے
باندھ لیتے ہیں اور تم پتلون سے یہ کام لے سکتے ہو۔

۹: (بدولی کے ساتھ) بہت اچھا کامریڈ! اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اپنے ٹوٹوں کو بھی

گلے کے ساتھ باندھنے کے لئے تیار ہوں۔

ع۱ : نہیں بھئی ! اب بے معنی باتیں نہ کرو۔ بڑا دیرپا کسی جگہ چھپا کر رکھ دو۔

(۹ : کماد کے کھیت کی اوٹ میں چلا جاتا ہے۔)

وقفہ

کامریڈ گندم، سرسوں اور کماد کے کھیتوں سے نکل کر درختوں کے ایک جھنڈ کے سامنے رکتے ہیں۔ اُن کے سامنے چند خالی کھیت ہیں اور اُن سے آگے کوئی دو تین فٹ اونچی مینڈ کے پار گاؤں کے لوگ کھڑے ہیں۔

ع۱ : کامریڈ ! تم تیار ہو؟

۹ : میں تیار ہوں۔

ع۱ : مجھے یقین ہے کہ جب تم بھنگڑا ڈالتے ہوئے اُن کی طرف بڑھو گے تو وہ لوگ خود بخود ہماری طرف کھینچ آئیں گے۔ دیہاتی ثقافت کے عظیم مظاہرے کے لئے ان کھیتوں سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کتنا دلکش منظر ہے۔ کہیں سرسوں پھولی ہوئی ہے۔ کہیں گندم کے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ نہ معلوم اس کماد کے گھنے جنگل میں کتنے رومان پرورش پاچکے ہوں گے۔

۹ : دیکھو اس مینڈ کے پاس پیال کا ایک ڈھیر بھی ہے۔ کاش : کامریڈ الف دین ہمیں ایک موری کیمہ دے دیتا۔

ع۱ : کامریڈ ! وہ لوگ ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ریڈی :

(ع۱ : ڈھول بجاتا ہے۔ ع۱ : ہاتھ اٹھا کر ناچ شروع کر دیتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہیں۔ گاؤں کے بعض لوگ مینڈ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض مینڈ عبور کر کے اُن کی طرف چل پڑتے ہیں۔)

ع۹ : کلرڈ ! کام بن گیا۔ ذرا زور سے ڈھول بجاؤ۔

(گاؤں کے لوگ شور مچاتے ہیں اور ان کی آوازیں ہر لحظہ بلند ہوتی جاتی ہے۔ بعض لوگ چلتے کی بجائے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں)۔

ع۱۰ : (خوشی سے نعرہ لگاتا ہے) لند اکوٹ زندہ باد۔ ثقافت زندہ باد۔

(دیہاتیوں کی آوازیں آتی ہیں) دوڑو بکڑو۔ یہ بد معاش ہیں۔

ع۹ : (بدعواس ہو کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے) کلرڈ ! یہ کیا بات ہے ؟

ع۱۰ : بیوقوف ! تم رک کیوں گئے۔ خدا کے لئے بنانا یا کھیل بگاڑنے کی کوشش نہ کرو۔

ع۹ : کلرڈ ! وہ گالیاں دے رہے ہیں۔

ع۱۰ : بیوقوف ! یہ گالیاں ہماری ثقافت کا ایک اہم حصہ ہیں۔

(چند آدمی قریب پہنچتے ہی ڈھیلوں اور جوتوں کی بارش شروع کر دیتے ہیں۔ ع۹

کماؤ کی طرف بھاگ نکلتا ہے۔ ع۱۰ اپنے گلے سے ڈھول اُتار کر پھینک دیتا ہے۔

اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایک تیز رفتار نوجوان اُس کی گردن دیوچ لیتا ہے)

ع۱۰ : بھائیو ! ٹھہرو۔ تمہیں ہمارے متعلق غلط فہمی ہو گئی ہے۔ ہم تمہارا بھنگڑا دیکھنے کے لئے آئے

تھے۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے اپنے زندہ دل چودھری کے پاس لے چلو۔ میں ڈوم ہوں۔

میں کلاؤنت ہوں۔ میں بہرہ ور ہوں۔

(ایک نوجوان ڈھول اٹھا کر اُس کے سر پر دے مارتا ہے۔ ڈھول کا چمڑا پھٹ جاتا ہے

اور اس کے جسم کا بالائی حصہ اُس کے اندر غائب ہو جاتا ہے۔ ڈھول کے اندر سے عجیب و

غریب آوازیں نکلتی ہیں۔ نوجوان سگامار کر ڈھول کے بالائی حصے کا چمڑا بھی پھاڑ ڈالتا

ہے۔ اس کے بعد وہ زور سے ڈھول کو نیچے کی طرف دباتا ہے۔ کلرڈ کا سر گردن تک

باہر نکل آتا ہے اور ٹانگوں کے اوپر سے لے کر کندھوں تک باقی جسم ڈھول میں اچھی

طرح پھنس جاتا ہے۔ گاؤں کے بچے اُس کو ڈھول دھپا کرتے اور دھکے دیتے ہوئے

گاؤں کی طرف لے جاتے ہیں۔ مینڈ کے قریب ایک بوڑھا آدمی انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتا ہے۔

بوڑھا: تمہیں جنازہ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے شرم آتی چاہیئے۔ یہ بد معاش کون ہے؟
 سنا: چودھری جی! میں بہرہ ریا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں جنازہ پڑا ہوا ہے۔
 بوڑھا: اب اسے جانے دو۔ اس کے لئے اتنا کافی ہے۔

لوگ اسے چھوڑ کر بوڑھے کے ساتھ قبرستان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ سنا اسی طرح ڈھول میں جکڑا ہوا نہر کی طرف چل پڑتا ہے۔ کما د کی طرف سے کاپیچھا کرنے والوں کی چیخ پکار ابھی تک سُنائی دیتی ہے۔

چھٹا منظر

(غروب آفتاب کے وقت جھنڈو، رمضان اور ریشماں دکان کے قریب الاڑکے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ دُور سے موٹر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ رمضان اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے)۔
 رمضان : چچا! اب رات سر پر آرہی ہے۔ ہم کب تک اُن کا انتظار کریں گے۔ میں یہ موٹر روکتا ہوں۔

جھنڈو : لیکن اُن کے سامان کا کیا ہوگا؟

رمضان : ہم یہ سامان دکان دار کے پاس چھوڑ جائیں گے (آگے بڑھ کر دکان دار سے مخاطب ہوتا ہے) میاں جی! ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ آپ مہربانی کر کے اُن کی سائیکلیں اپنے پاس رکھ لیں۔

دکاندار : نہیں بھائی! اگر یہ چوری کا مال ہوا تو میری ضمانت کون دے گا۔ تم ان کا انتظار کرو اس کے بعد دو موٹر لیں اور آئیں گی۔

رمضان : (جھنڈو سے مخاطب ہو کر) یہ کیا مصیبت ہے وہ چوری کا مال ہمارے حوالے کر کے بھاگ گئے ہیں۔ چچا جھنڈو! ہمیں یہاں سے کھسکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

دکاندار : دیکھو بھئی! تم مجھے پھنسلنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم یہ سامان یہاں چھوڑ کر چلے

گئے تو میں اٹھا کر نہریں پھینک آؤں گا۔

ریشیاں : (رمضان سے) تم خواہ مخواہ شور مچا رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ چور نہیں۔
رمضان : اگر وہ چور نہ بھی ہوں تو بھی ہم اُن کے باپ کے نوکر نہیں ہیں کہ رات بھر اُن کا انتظار کرتے رہیں۔

(موٹر سڑک پر رکتی ہے اور چند سواریاں اُتار کر آگے روانہ ہو جاتی ہے)۔
جھنڈو : دیکھو رمضان ! اگر تم اس قدر پریشان ہو تو جا کر لٹا کوٹ پتہ کیوں نہیں کر آتے بساکیل پر تم چند منٹ کے اندر اندر واپس آ جاؤ گے۔

رمضان : میں اب اُن کی سائیکل کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔
ریشیاں : سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) رمضان ! ادھر دیکھو۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے تھے۔

(رمضان سڑک کی طرف دیکھتا ہے۔ کامریڈ نے اگر دن جھکاٹے سڑک پر چلا آ رہا ہے۔
اُس کا لباس پانی اور کچھ تر سے لت پت ہے۔ الاؤ کے قریب پہنچتے ہی وہ ڈھال سا ہو کر بیٹھ جاتا ہے)۔

رمضان : ارے ! تم نہریں گر گئے تھے ؟ تمہارا ساتھی کہاں ہے ؟

ریشیاں : اے اے ! تمہارا منہ بھی سوچا ہوا ہے۔

۱۔ : نہر کا پانی بہت ٹھنڈا تھا اور میں بارہ مہینے گرم پانی سے نہانے کا عادی ہوں مجھے یقیناً نمونیا ہو رہا ہے۔

جھنڈو : اپنا میلہ کچھلا کیل اُتار کر اُس کے آگے پھینکتے ہوئے) بھی ! تم میرا کیل اوپر لیٹ لو اور بھیگے ہوئے کپڑے اُتار دو۔ جلدی کرو۔

ریشیاں : (رمضان سے) رمضان ! تم ان کا کوٹ اُتار کر چوڑ ڈالو۔ میں اُسے آگ پر سُکھا دوں گی۔

عنا : چچا جھنڈو؛ کبیل سے کچھ نہیں بنے گا۔ میرے لئے کہیں سے رضائی کا انتظام کرو۔
 جھنڈو : بخوردار، تم دیر نہ کرو۔ گیلے کپڑے اُتار کر آگ کے سامنے بیٹھنے کے بعد تمہاری
 طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔

دکاندار : ادبھائی؛ یہاں آ جاؤ۔ میں تمہیں ایک قمیض اور ایک چادر دے سکتا ہوں۔
 عنا : (کوٹ کی جیب سے ایک بڑا نکال کر کھولتا ہے اور اُس میں سے چند نوٹ نکال
 کر ریشماں کو دے دیتا ہے) یہ نوٹ بھیگ گئے ہیں۔ اگر آپ کو تکلف نہ ہو
 تو انہیں آگ پر سکھا دیجئے۔

ریشماں : (نوٹ لیتے ہوئے) تمہارا ساتھی کہاں ہے؟
 عنا : وہ مجھ سے پہلے بھاگ آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ یہاں پہنچ چکا ہوگا۔
 ریشماں : تمہیں کہیں سے مار پڑی ہے؟
 عنا : مار تو زیادہ نہیں پڑی۔ لیکن وہاں سے بچ نکلنا ایک معجزہ تھا۔
 جھنڈو : تمہارا ساتھی زندہ ہے نا؟

عنا : جب میں نے اُسے آخری بار دیکھا تھا تو وہ زندہ تھا اور یہ اُس کی خوش قسمتی تھی کہ
 میری طرح ڈھول کے ساتھ اُس کی تواضع نہیں کی گئی۔ میں ابھی آتا ہوں۔ (دُکھ کر
 دکان کی طرف چلا جاتا ہے)۔

جھنڈو : رمضان؛ تم جا کر اس کے کپڑے لے آؤ اور انہیں بخور کر آگ پر سکھا دو۔
 رمضان : (سرگوشی کے انداز میں) میرا خیال تھا کہ اب ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہم
 اگلی موٹر پر روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن آپ نے بلا سوچے سمجھے اُسے اپنا کبیل
 دے دیا ہے۔

جھنڈو : ارے؛ میرا کبیل وہ کھا نہیں جائے گا۔ تم جا کر اُس کے کپڑے لے آؤ۔
 (رمضان باہل تاخیر دکان کی طرف چلا جاتا ہے)۔

وقفہ

(رات ہو چکی ہے اور جھنڈو، ریشماں، رمضان اور کلنڈر مٹا لاؤ کے گرد بیٹھے ہیں ریشماں لگ کے سامنے کلنڈر مٹا کی تلوں اور رمضان اُس کا کوٹ سکھا رہا ہے) جھنڈو: بخور دار! اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟
 مٹا: مجھے صرف احساس ہے کہ میں زندہ ہوں۔
 جھنڈو: کچھ کھاؤ گے؟

مٹا: ہاں لیکن اس دکان سے کوئی اچھی چیز مل جائے گی؟
 جھنڈو: ہم تمہیں پلاؤ کھلائیں گے بھائی!
 مٹا: وہ کہاں سے پلاؤ ہے؟
 جھنڈو: بھئی رمضان گنجا پور کے چودھری کے گھر سے اتنا پلاؤ لے آیا ہے کہ وہ ہم سے دو دن تک ختم نہ ہوگا۔ چودھری نے اس بات پر افسوس کیا ہے کہ اُس کی برادری کے لوگ گانا سننے پر تیار نہیں۔ پھر بھی اُس نے بہت شرافت دکھائی ہے اور ہمیں کھانے کے علاوہ دس روپے اور بھیج دئے ہیں۔ ریشماں! تم انہیں پلاؤ دو۔

ریشماں: بابا! اس کا سا تھی نہیں آیا۔ تھوڑی دیر کھڑ جائیے!
 (کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی ہے)

رمضان: شاید وہ آ رہا ہے؟

(چاروں سڑک کی طرف دیکھتے ہیں۔ مٹا نمودار ہوتا ہے اور بے حس و حرکت ان کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے۔)

مٹا: کلنڈر! تم زندہ ہو؟

۹۔ : یہ سوال مجھے تم سے پوچھنا چاہیے۔

ریشیاں : تم بھی نہر میں گر گئے تھے ؟

۹۔ : نہیں تو ؟

رضوان : تم نے پتلون کیوں اُتار رکھی ہے ؟

۹۔ : اس سوال کا جواب بھی تمہیں میرے ساتھی سے پوچھنا چاہیے (ریشیاں کے ہاتھ

سے منہ کی پتلون لے کر چند قدم دور چلا جاتا ہے)۔

۱۰۔ : تم کیا کر رہے ہو کامریڈ ؟

۹۔ : بھئی میں اپنی ٹانگیں چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

۱۰۔ : بھئی میری پتلون گیلی ہے۔

۹۔ : کوئی بات نہیں میرے لئے اپنی ٹانگوں کی نمائش کرنے کی نسبت گیلی پتلون بہن

نیتاز یادہ تکلیف دہ نہیں ہوگا (قریب آکر) لیکن تمہاری پتلون بھیگ کیسے گئی ؟

۱۰۔ : مجھے جان بچانے کے لئے نہر میں کودنا پڑا تھا۔

ریشیاں : تمہاری ڈھول کہاں ہے ؟

۱۰۔ : کامریڈ ریشیاں ! آپ عجیب بات کرتی ہیں۔ ہمیں جان کے لئے پڑ گئے تھے اور تم

ڈھول کے متعلق پوچھ رہی ہو۔

۹۔ : کامریڈ ! تم ڈھول وہیں پھوڑ آئے ؟

۱۰۔ : (یرم ہو کر) تم اپنی پتلون کی بات کرو۔

۹۔ : بھئی میری پتلون تو بھاگتے ہوئے سر سے گر پڑی تھی اور ایسا موقع نہ تھا کہ میں سڑکر

دیکھنے کی کوشش کرتا لیکن میں اُس کے بدلے ایک شاندار تحفہ لایا ہوں۔

۱۰۔ : وہ کیا ہے ؟

۹۔ : (ایک بھاری بھر کم جوتا بغل سے نکال کر کامریڈ ۱۰ کے آگے پھینکتے ہوئے) اسے

غور سے دیکھو۔ اس پر کم از کم ایک بھینس کی کھال صرف ہوئی ہوگی۔ یہ تمام دنیا کے
 بھوتوں کا سردار ہے اور ثقافت کے دشمن اسے اسلحہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں
 میری خوش قسمتی تھی کہ یہ میری گردن سے چھوٹا ہوا چند قدم آگے نکل گیا۔ اسے غور
 سے دیکھو، میرے دوست اور پھر اس دیو پیکر انسان کا تصور کرو جو اسے اٹھا کر میرے
 پیچھے بھاگ رہا تھا۔ کاش ایں اس کے پاؤں کا نوٹو لے کر کامیڈی الف دین کو
 دکھا سکتا۔

۱۰ : لیکن یہ تمہارے ہاتھ کیسے آیا ؟

۹ : (ٹانگیں پھیلا کر الاؤ کے سامنے بیٹھتے ہوئے) بھئی وہ دیو چند لڑکوں کے ساتھ میرا
 پیچھا کر رہا تھا۔ کما کی طرف بھاگتے ہوئے کئی ڈھیلے اور کئی میڈیم سائز کے جوتے
 میری پیٹھ پر لگے۔ یہ مہلک ہتھیار جس پر لائنس ہونا چاہیئے تھا میری طرف اس
 وقت پھینکا گیا تھا جب میں سروں کے کھیت سے نکل کر کما کے کھیت میں
 داخل ہو رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کا نشانہ اچھا نہ تھا اور یہ جوتا میرے سر کو چھوٹا ہوا
 کما میں جا گرا۔ کما کے گرد کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑ تھی لیکن وقت ایسا تھا کہ کئی لمبے
 لمبے کانٹے میرے پاؤں اور رانوں میں پویت ہو گئے اور مجھے محسوس تک نہ ہوا۔
 کما میں داخل ہونے کے بعد وہ گھنگھرو ہونے لگا۔ میرے پاؤں میں بندھوا
 تھے میرے لئے مصیبت بنے ہوئے تھے اور مجھے یقین تھا کہ ان کی چھن چھنا ہٹ
 تعاقب کرنے والوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ میں کچھ دیر دم بخود کھڑا رہا اور وہ لوگ باڑ
 پھلانگتے کی بجائے آپس میں مشورہ کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ میں ٹھہرتا ہوں،
 اور تم باہر سے کھیت کی دوسری طرف پہنچ جاؤ۔ دوسرا کہہ رہا تھا کہ اب واپس چلو جانا
 کو دیر ہو رہی ہے۔ ایک اپنا جوتا تلاش کرنے پر مصر تھا لیکن پیچھے سے کسی نے آوازیں
 دیں اور وہ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ جوتا جنازے سے فارغ ہو کر تلاش

کر لیں گے۔ کامریڈ! میں نے وہاں یہ نہ کیا تھا کہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے بعد میں ثقافت کی خدمت کے لئے کسی گاؤں کا رخ نہیں کروں گا۔ کما دے نکلنے وقت میں نے گھنگھروں کو کھول کر وہیں پھینک دئے۔ چند قدم آگے بڑھا تو ہماری ثقافت کا یہ ازلی اور ابدی دشمن میرے سامنے پڑا ہوا تھا۔ کما دے نکلنے کے بعد میں راستہ بھول گیا تھا اور اب کئی میل بھٹکنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔ اب میں جو ڈائری کامریڈ الف دین کی خدمت میں پیش کروں گا، اُس کے کئی صفحات اس عظیم جوتے کے متعلق ہوں گے۔ اب تم اپنی سرگزشت سناؤ۔

۱۔ کامریڈ! تم نے کسی شریف آدمی کا آدھا جسم ڈھول کے اندر مقید دیکھا ہے؟
۹۔ (حیرت سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے) نہیں۔

۱۔ مجھ پر یہ مصیبت گزر چکی ہے۔ کامریڈ! اگر دونوں طرف سے ڈھول کا چمڑا پھٹ جائے اور پھر کسی شریف آدمی کو اس میں کھونس دیا جائے تو تصور کرو اُس کی کیا حالت ہوگی۔ سر اور چہرے کے سوا میرے جسم کا بالائی حصہ کوہوں تک ڈھول کے اندر جکڑا ہوا تھا۔ اگر اُن کے سامنے جنازے میں شامل ہونے کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ میں اُن سے جان چھڑا کر گندم اور سرسوں کے کھیتوں میں بھاگتا ہوا نہر کے قریب پہنچا تو ایک دیہاتی جو ایک خوفناک پھینسے کا رتسا پکڑے ہوئے تھا سر کندھے اور جھانڑیوں کی اوٹ سے نکل کر اچانک میرے سامنے آگیا۔ وہ بلند آواز میں کچھ اس قسم کا گیت گاتا تھا :

ڈھول جاتی تیری مہربانی

۹۔ ابے نہیں۔ اصل مصرعہ یہ ہے ۔

ڈھول جاتی ساڈی گلی آؤ تیری مہربانی

بھئی اس وقت موضوع بحث یہ نہیں کہ وہ کیا گاتا تھا۔ ڈھول کا لفظ سن کر مجھے شک

گنوا کہ اُس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ میں پہلے تو ایک طرف ہٹ کر بھاڑی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ لیکن جب وہ اپنے خیال میں گانا ہوا میرے قریب سے گزرنے لگا تو میں نے سوچا کہ اس ڈھول کی گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے السلام علیکم کہہ کر اس کا راستہ روک لیا۔ اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ زور سے ایک چیخ ماری اور بھینسے کا رتا چھوڑ کر بھوت بھوت کہتا ہوا ایک طرف بھاگ نکلا۔ میں نے پوری قوت سے چیخ کر اُسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ میں بھوت نہیں ہوں لیکن اُس خدا کے بندے نے پیچھے مڑ کر دیکھنا گوارا نہ کیا۔ دفعۃً بھینسے کو خدا معلوم کیا سو بھی کہ اُس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں بھاگا۔ اور اگرچہ اس بے بسی کی حالت میں بھاگنا آسان کام نہ تھا۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر میری رفتار ریکارڈ کی جاتی تو تم لوگ مجھے آئندہ کبھی یہ طعنہ نہ دیتے کہ میری ٹانگیں ٹیڑھی ہیں۔

۹۔ پھر کیا ہوا؟

۱۰۔ مجھے نہر میں چھلانگ لگانی پڑی اور کیا ہوا۔

جھنڈو : اس نہر کا پانی زیادہ گہرا نہیں؟

۱۱۔ چچا جھنڈو : میں نے پانی ناپ کر چھلانگ نہیں لگائی تھی۔ اس بہت ناک بھینسے

کے تیز دیکھنے کے بعد اگر مجھے طوفانی دریا میں چھلانگ لگانی پڑتی تو بھی میں تامل نہ کرتا۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ پانی زیادہ گہرا نہ تھا لیکن میرے ہاتھ ڈھول کے اندر جکڑے ہوئے

تھے اور میرے لئے نہر سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی میں بڑی مشکل سے اپنی

ٹانگوں پر کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

۹۔ اور بھینسا کنارے پر کھڑا تمہاری طرف گھور رہا ہوگا؟

۱۱۔ شرم کر و کامریڈ : اس میں مذاق کی کون سی بات ہے۔

۱۔ اچھا یہ بناؤ تم نہر سے باہر کیسے نکلے؟

۷۰ : جب سردی سے میرا جسم سُن ہونے لگا تو میں نے اپنی موت یقینی سمجھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ میری خوش قسمتی سے چند دیہاتی نہر کی ٹریڈی پر آکر رہے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی مجھے بھوت نہ سمجھ لیں۔ اس لئے میں نے دہائی چائی کہ ڈاکو مجھے ڈھول میں بند کر کے نہر میں پھینک گئے ہیں۔ ایک آدمی نے پانی میں چھلانگ لگائی اور مجھے اٹھا کر کنارے پر رکھ دیا۔ پھر مجھ پر ایک اور مصیبت آئی۔ میں اُن سے یہ کہتا تھا کہ تم اس ڈھول کو توڑ ڈالو اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ اور وہ آپس میں شور مچا کر رہے تھے کہ ٹھولہ کو توڑنا ٹھیک نہیں ہم اسے کھینچ کر اُتار دیتے ہیں اور تم اس پر نیا چمڑا چڑھا کر کام میں لاسکو گے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ مجھے اس ڈھول کی قطعاً ضرورت نہیں۔ تم اسے توڑ ڈالو۔ وہ کہنے لگے کہ بھٹی تمہیں اس کی ضرورت نہیں تو ہم لے جائیں گے۔

ریشماں : پھر کیا ہوا؟

۷۱ : پھر کیا ہونا تھا۔ انہوں نے اپنی ضد پودی کی اور ڈھول اُتار کر لے گئے۔
 ۹ : میرے خیال میں ایسا لباس پہننا مشکل ہے۔ اُتارنا تو کوئی مشکل نہیں۔
 ۷۲ : بیوقوف! جب مجھے ڈھول میں ٹھونسایا گیا تھا تو میرے کپڑے خشک تھے لیکن بھیگنے کے بعد میرا کوٹ بھینسے کی کھال سے زیادہ موٹا ہو گیا تھا۔
 ۹ : کامیڈ! افسوس ہے کہ مجھے اس بات کا خیال نہ آیا۔ تمہیں یقیناً بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔

جھنڈو : اچھا بھئی! اب کچھ کھالو، تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔

ریشماں ایک کپڑے کا ٹکڑا جس میں چاول بندھے ہوئے ہیں کھول کر ہارنوم پر رکھ دی۔

۹ : یہ کیا ہے؟

۷۳ : یہ پلاڈ ہے میرے دوست!

۹ : پلاڈ! پلاڈ کہاں سے آیا؟

۷۱ : بھٹی یہ رمضان شادی والے گھر سے لایا ہے۔

رمضان : بھٹی شروع کرو۔ اب موٹر آنے والی ہے۔

۷۲ : یعنی تمہارا مطلب ہے کہ ہم اسی طرح شروع کر دیں؟

رمضان : اور کس طرح شروع کر دے؟

۷۳ : بھٹی میرا مطلب ہے کہ کوئی برتن وغیرہ ہونا چاہیئے۔

۷۴ : رہا مونیئم کے قریب بیٹھ کر لقمہ اٹھاتے ہوئے (یا تم بچھتے ہو کہ تم کسی ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہو۔

۷۵ : (آگے بڑھ کر لقمہ اٹھاتے ہوئے) لیکن چچا جھنڈو! آپ نہیں کھائیں گے؟

جھنڈو : بھٹی ہم اپنا حصہ کھا چکے ہیں۔

(ریشماں ایک فلمی راگ گنگنانا شروع کر دیتی ہے۔ دوکاندار اٹھ کر قریب آ جاتا ہے۔)

دکاندار : بھٹی میں دکان بند کر کے گھر جا رہا ہوں۔ تمہارے کپڑے سوکھے یا نہیں؟

رمضان : بھٹی سوکھے تو نہیں ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اب اگر یہ پہن کر آگ کے سامنے

بیٹھ جائیں تو جلد سوکھ جائیں گے۔

۷۶ : (۷۵ سے) بھٹی تم میری پتلون واپس کر دو؟

۷۷ : اور میں کیا کروں؟ (دوکاندار سے) دیکھو جی! انہوں نے نہ بہ دست میری پتلون اتروا

کہ میرے سر پر بندھوا دی تھی اور اب یہ مجھ سے اپنی پتلون کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

دکاندار : بھٹی مجھے تمہارے جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہاری مجبوری کا خیال کرتے ہوئے

میں تمہیں ایک لنگوٹا دے سکتا ہوں (دکان کی طرف مڑتا ہے)۔

۷۸ : (سرگوشی کے انداز میں) دیکھو کلر! میری پتلون اتار دو ورنہ میں دوکاندار کو یہ بتا

دوں گا کہ اس کا لنگوٹا کہاں ہے!

جھنڈو : ریشماں! ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ تم انہیں اپنی ایک چادر نکال دو۔

ریشیاں آگے بڑھ کر ایسا سوٹ کیس کھولتی ہے۔

رضوان : لیکن چچا جھنڈو ابھی موٹر آجائے گی اور ہم روانہ ہو جائیں گے۔ اگر انہیں چادر کی ضرورت ہے تو دوکاندار کو پیسے دے کر خرید لیں۔

جھنڈو : بہنوڑ دار! یہ ہمارے ساتھ جا رہے ہیں۔

رضوان : کہاں؟

جھنڈو : ہمارے شہر میں۔

رضوان : لیکن چچا انہیں لاہور جانا ہے اور لاہور دوسری طرف ہے۔

۹ : بھائی! ہمیں لاہور جانے کی جلدی نہیں۔ ابھی ہمیں بہت کچھ دیکھنا ہے۔

رضوان : لیکن تم اپنی قیمتی پتکوں تلاش نہیں کرو گے۔ میرے خیال میں تو دوکاندار کے ساتھ اس کے گاؤں چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں رات گزارنے کو جگہ مل جائے گی۔ اس کے بعد

علی الصباح وہاں جا کر پتکوں تلاش کر لینا۔ خواہ مخواہ نقصان اٹھانے سے فائدہ؟

۹ : بھئی پتکوں سے میری جان زیادہ قیمتی ہے۔

ریشیاں : (چادر نکالتے ہوئے) اسے کون پہنے گا؟

۹ : یہ مجھے دیجئے۔ اس بھگی ہوئی پتکوں میں میری ٹانگیں سخ ہو گئی ہیں۔

ریشیاں : (عنا کی طرف متوجہ ہو کر) تمہاری قمیض ابھی تک نہیں سوکھی۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنی قمیض دے سکتی ہوں۔ اس کا رنگ ذرا شوخ ہے۔ لیکن رات کے وقت

کسی کو کیا پتہ چلے گا۔

رضوان : نہیں ریشیاں! یہ تمہاری قمیض کیسے پہن سکتا ہے؟

۱۰ : کامریڈ رضوان! یہ ایک مجبوری امر ہے لیکن تم اطمینان رکھو میں شہر پہنچتے ہی کامریڈ

ریشیاں کی قمیض شکرہ کے ساتھ واپس کر دوں گا۔

دریشیاں ایک گلابی رنگ کی ساٹن کی قمیض نکال کر کامریڈ عنا کو پیش کرتی ہے۔

کامیڈ ۹ اور منٹا کپڑے تبدیل کرنے کے لئے الاؤ سے ذرا دُور چلے جاتے ہیں۔

رمضان: (دہلی زبان سے شکایت کے لہجے میں) چچا جھنڈو! تم نے ہمیں خواہ مخواہ مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ اب ان سے پیچھا چھڑانے کا کوئی طریقہ سوچو۔

ریشیاں: (بریم ہو کر) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ان کے متعلق اتنے پریشان کیوں ہو! رمضان! مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں اس وقت ہوش آئے گا جب کسی گاؤں کے لوگ اس قسم کے جوتے اٹھا کر ہمارے پیچھے بھاگیں گے۔

جھنڈو: رمضان! تم بالکل بیوقوف ہو۔ ہمیں روٹی کمانے کے لئے ایسے پڑھے لکھے اور ہوشیار ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے لئے یہ مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ ریشیاں کو کوئی ہوشیار ساتھی مل جائے اور وہ لڑکا جس نے اپنے ساتھی کی تلون چھین کر بہن لی تھی مجھے کافی چلتا پڑتا معلوم ہوتا ہے۔

دکاندار: (واپس آکر) ارے یار! وہ لنگوٹا مجھے نہیں ملتا۔ میں نے صبح نہلا کر سو کھنے کے لئے رکھ دیا تھا۔ اب معلوم نہیں اسے کون لے گیا ہے۔ (۹ اور منٹا تاریکی سے نمودار ہوتے ہیں)۔

منٹا: بھائی! ہمیں آپ کے لنگوٹے کی ضرورت نہیں (دکاندار کو اس کے کپڑے واپس دیتا ہے)۔

رمضان: بھائی! اب تیار ہو جاؤ۔ شاید موٹر آ رہی ہے۔

دکاندار: (کپڑے لیتے ہوئے) بھئی میں تمہارے جانے سے پہلے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم لنڈا کوٹ کیا لینے گئے تھے؟

۹: (سامنے پڑا ہوا جوتا اٹھا کر دوکان دار کو دکھاتے ہوئے) بھئی! لنڈا کوٹ ہم اس عجیب و غریب شے کی تلاش میں گئے تھے۔ تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی چیز دیکھی ہے؟ دکاندار: جی ہاں! یہ جوتا کافی بڑا ہے۔ لیکن اگر تم مجھے بتاتے تو تمہیں لنڈا کوٹ جانے کی

ضرورت پیش نہ آتی۔ ہمارے اپنے گاؤں کے ایک آدمی کا جوتا اس سے چھوٹا
نہیں ہوگا۔

۹۔ اور آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ اُس نے اپنے جوتے سے کتنے آدمی
ہلاک کئے ہیں ؟

دکاندار: بھائی صاحب ! جوتے مار کر کسی کی بے عزتی کی جاسکتی ہے۔ اُسے ہلاک
نہیں کیا جاسکتا۔

ساتواں منظر

(رات کی تاریکی میں جھنڈو، ریشیاں، رمضان، کامریڈ ۹ اور منٹا ایک گلی میں داخل ہوتے ہیں۔ کامریڈ ۹ اور منٹا اپنے سائیکل تھامے ہوئے ہیں اور رمضان دوسرے سارے سامان سے لدا ہوا ہے۔)

۹: یار یہ کیسا شہر ہے۔ یہاں تو کسی انسان کی آواز تک سنائی نہیں دیتی اور موٹر کے آڈے پر بھی ہمیں دو کتوں کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

جھنڈو: بھٹی ہر شہر لاہور کی طرح تو نہیں ہوتا اور یہ ہمارا محلہ تو شہر سے بالکل باہر ہے۔
رمضان: چچا! آپ کے گھر میں ان کو تکلیف ہوگی۔ میں سامان رکھ کر شہر میں لے جاؤں گا۔

منٹا: شہر میں کوئی ہوٹل ہے؟

رمضان: ہوٹل تو کوئی نہیں۔ البتہ ایک نانباتی کی دکان پر آپ کے لئے مکرے اور کھاٹوں کا انتظام ضرور ہو جائے گا۔ مسافر عام طور پر وہیں ٹھہرتے ہیں۔

جھنڈو: نہیں بھٹی! یہ ہمارے مہمان ہیں۔ تم سامان رکھتے ہی اپنے گھر جاؤ اور وہاں سے ایک کھاٹ اور بستر لے آؤ۔ دوسری کھاٹ اور بستر کا انتظام ہم کر لیں گے۔

رمضان : نہیں چچا! مجھ میں اب اپنے گھر جا کر واپس آنے کی ہمت نہیں۔ اگر کھاٹ اور بستر
منگوانا ہے تو انہیں میرے ساتھ بھیج دیجئے۔

مٹا : اگر تمہارا گھر زیادہ دور نہیں تو میرا ساتھ آ سکتی تمہارے ساتھ چلا جائے گا۔

رمضان : لیکن میرا گاؤں شہر کی دوسری طرف ہے۔

۹ : بھئی میں نہیں جاؤں گا۔ چچا جھنڈو : تم کسی پڑوسی سے بستر کیوں نہیں مانگ لیتے۔
جھنڈو : بھئی اگر کسی پڑوسی سے ہم بستر اور کھاٹ مانگیں گے تو اُسے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ
اس وقت ہمارے گھر کون آیا ہے اور میرے لئے اس سوال کا جواب بہت مشکل ہوگا۔

رمضان : دیکھو جی! تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ پڑوس کے لوگ باتیں بنائیں گے۔

ریشیاں : باتیں بنانے والوں کے ساتھ میں نیٹ لوں گی۔ اس وقت ہم انہیں کیسے دھککے
سکتے ہیں۔ بابا! ہمارے پاس ایک کھاٹ فالتو ہے۔ میں اپنی کھاٹ بھی انہیں
دے دوں گی اور خود فرش پر سو جاؤں گی۔

۹ : نہیں انہیں! ہم آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ اگر بستر کے انتظام نہ ہو سکے تو ہم دونوں
فرش پر سو جائیں گے۔

جھنڈو : اگر آپ فرش پر سو سکیں تو بستر کے ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہمارے مکان کی ایک
کوٹھڑی میں گھاس بھوس بھی ہوئی ہے اور آپ کے لئے صرف دو لمحاف کافی ہونگے
اور ان کے لئے ہمیں کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

رمضان : بھئی اگر تم لوگ آرام چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں گنتے کا ٹھنڈا رس پلاؤنگا۔
میں تمہیں گرم گرم گڑ کھلاؤں گا۔ اور تم گنت ڈیال کے اندر مزے کی نیند
سوؤ گے۔

مٹا : گنت ڈیال کیا ہوتا ہے ؟

رمضان : گنت ڈیال اُس کمرے کو کہتے ہیں جہاں گڑ بنایا جاتا ہے۔ یہ کمرہ بہت گرم ہوتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ وہاں سونا پسند کریں گے۔

علاء: نہیں بھئی! اب ہم میں چلنے کی ہمت نہیں۔ چچا جھنڈو! آپ کا گھر کتنی دُور ہے؟
جھنڈو: بس اب ہم پہنچ گئے۔

رمضان: (سوسے) بھئی تم کہتے تھے کہ تمہیں صبح ہوتے ہی شلوار یا پاجامے کی ضرورت پڑے گی۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں اس کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ لاہور جانے والی موٹر بھی ہمارے گاؤں کے پاس سے گزرتی ہے۔ میں تمہیں پہلی موٹر پر ہی سوار کر دے گا۔

علاء: بھائی تم میرے ساتھی کے لئے پاجامے یا شلوار کا انتظام کرو۔ لاہور جانے کے متعلق ہم صبح فیصلہ کریں گے۔

رمضان: بھئی وہ گاؤں لاہور جانے والی سڑک کے بالکل قریب ہے اور تمہیں موٹر پر سوار ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ میں تمہیں صبح سویرے چودھری خدا بخش کے رہٹ پر لے جاؤں گا۔

علاء: چودھری خدا بخش کے رہٹ پر ہمارا کیا کام ہے؟
رمضان: بھئی صبح سویرے رہٹ کے تازہ پانی میں نہانے سے تمہاری طبیعت کھل جائیگی۔
علاء: میرے دوست! تم ہمیں خود کشی کا کوئی آسان طریقہ نہیں بتا سکتے؟
رمضان: میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ تم تازہ پانی میں نہانا پسند نہیں کرتے؟
علاء: بھئی تم ہمیں تازہ پانی میں نہانے کی دعوت دینے کی بجائے کہیں سے ایک پتلون سلوانے کا انتظام کر سکو تو ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے۔

رمضان: میں گاؤں جانے پہلے تمہیں شہر کے ایک درزی کے گھر لے چلاؤں گا۔ اگر وہ صبح تک پتلون تیار نہ کر سکا تو کم از کم ایک شلوار یا پاجامہ ضروری دے گا۔
ریشیاں: یہ تھکے ہوئے ہیں۔ تم انہیں ساتھ لے جانے پر ضد کیوں کرتے ہو؟

۹۔ ہاں بھائی! ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ تم پیسے لے جاؤ اور صبح تک ہمیں ایک پاجامہ تیار کروادو۔ پاجامے کی لمبائی اگر تمہارے ناپ سے دو انچ کم ہو تو مجھے ٹھیک آجائے گا۔
 رمضان : دیکھو یا بوجی! تمہیں بھنگڑا دیکھنے کا شوق ہے۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں گاؤں کے دو چار لڑکوں کی منت سماجت کر کے تمہارا شوق پورا کر دوں گا۔ ہم انہیں گاؤں سے دور کسی کھیت میں لے جائیں گے۔

۱۰۔ : بھائی ہمارے حال پر رحم کرو۔ ہمیں اب بھنگڑا دیکھنے کا کوئی شوق نہیں رہا۔ ہم اب صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم کسی اور حادثے کا سامنا کئے بغیر لاہور پہنچ جائیں۔
 (یہ لوگ ایک گلی کے آخری سرے پر ایک مکان کے دروازے پر رکتے ہیں اور جھنڈو اپنا حقہ نیچے رکھ کر تالا کھولنے میں مصروف ہو جاتا ہے) +



آنکھوں منظر

کچھ مکان کے ایک چھوٹے سے کمرے کی دیوار کے طلچے میں مٹی کا دیا جل رہا ہے۔
 کلریڈ ۹ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ایک نوٹ بک پر کچھ لکھنے میں مصروف ہے۔
 اُس کا آدھا جسم ایک میلے کچیلے لحاف کے اندر چھپا ہوا ہے۔ کلریڈ ۱۰ اُس کے قریب
 فرش پر سو رہا ہے اور اُس کے بوسیدہ لحاف کے کناروں پر سیل کی تہیں جبی ہوئی ہیں۔
 دروازے کے پاس دیوار کے ساتھ دو سائیکلیں کھڑی ہیں۔ برابر کے کمرے سے بھنڈو
 کے خزانے سنائی دے رہے ہیں۔ سٹاکروٹ بدلتا ہے اور چند بلراپنی گردن پٹیکھ اور
 سینہ کھجائے کے بعد لحاف ایک طرف پھینک دیتا ہے اور اضطراب کی حالت میں
 آنکھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

۹: کیا بات ہے کلریڈ؟

۱۰: بھئی یہاں ڈی۔ ڈی۔ ٹی نہیں ہے؟

۹: ڈی۔ ڈی۔ ٹی کیا کرو گے؟

۱۰: یار! میرے جسم پر جویش بھنگڑا ڈال رہی ہیں۔

۹: بھئی ڈی۔ ڈی۔ ٹی یہاں کیسے مل سکتی ہے۔ اب آرام سے پڑے رہو۔

۱۰: دیکھو جھنڈو کس ہنر سے سے خولٹے لے رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوبیں اُسے لہریاں دے رہی ہیں۔ تم کیا لکھ رہے ہو؟

۹: یار! خدا کے لئے مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں ایک شاندار ناول کا پلاٹ تیار کر رہا ہوں۔

۱۱: یہ ناول کا پلاٹ تیار کرنے کا کونسا وقت ہے اور تمہارا ناول پڑھے گا کون؟

۹: کامریڈ! اس ناول کا پلاٹ ایسا ہے کہ سارے ملک میں تہلکہ مچ جائے گا اور میری یہ کوشش ہوگی کہ اس میں ایک کامیاب فلمی کہانی کے تمام لوازمات جمع کر دئے جائیں میں لاہور پہنچتے ہی کامریڈ الف دین سے یہ مطالبہ کروں گا کہ اگر تم ثقافت کی مہم میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی تاخیر کے بغیر اس ناول کو چھپوا کر مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کرو۔ ورنہ کم از کم کسی کمپنی کو اس کی فلم تیار کرنے پر آمادہ کرو۔ کامریڈ! ذرا غور سے سنو۔ اس وقت مجھے وہ باتیں سوجھ رہی ہیں جو آج تک کسی کے ذہن میں نہیں آئیں۔ میرے ناول کی ہیروئن ایک دیہاتی لڑکی ہے جو پیدائشی آرٹسٹ ہے۔ اس کا سینہ نغموں سے لبریز ہے۔ وہ بچپن میں اگر روتی بھی ہے تو اُس کے گلے سے بھیرویں اور مالکوس اور شام کلیان کی تانیں نکلتی ہیں۔ اُس کے مکان کے صحن میں آم کا ایک درخت ہے اور جب وہ ذرا بڑی ہو کر گنگنانے لگتی ہے تو پرندے آم کی ڈالیوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔ بوڑھے باپ کو معلوم ہے کہ میری لڑکی ایک آرٹسٹ ہے۔ قدرت نے اُسے ثقافت کا بول بالا کرنے کے لئے منتخب کیا ہے لیکن صحبت پسندوں کے سماج کے ٹھیکیدار اُس کے رُوح پرور نغمے سُن کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ موسم بہار کی چاندنی راتوں میں جب گاؤں کے لوگ سو جاتے ہیں تو وہ دیے پاؤں باہر نکل جاتی ہے۔ سنسان کھیتوں میں پہنچ کر اُس کے سینے سے نغموں کا سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ ہواؤں میں سرسراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور درخت جھکوم اٹھتے ہیں۔

- چاند قمقہ لگاتا ہے۔ ستارے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔ وہ سرسوں کے کھیت میں رقص کرتی ہے اور آسمان سے شبلم کے موتیوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ قوت کی نبضیں رگ جاتی ہیں اور اچانک وہ ماضی لوٹ آتا ہے جس کی آغوش میں ہماری ثقافت کے خزانے دفن ہیں۔ مورخو ڈار و اور ہریہ کے کھنڈر آباد ہو جاتے ہیں وہاں سے پریوں کے جھرمٹ نمودار ہوتے ہیں اور اس لڑکی کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔
- ۱۰۔ خدا کے لئے اب اس تمہید کو مختصر کر دو۔ میں تمہاری کہانی کا پلاٹ سننا چاہتا ہوں۔
- ۹۔ کہانی کا پلاٹ یہ ہے کہ اس لڑکی کے پردوس میں ایک نوجوان رہتا ہے۔ ایک رات اس کی بھینس یا گائے کا رتا کھل جاتا ہے اور وہ کھیتوں کی طرف بھاگ نکلتی ہے۔ نوجوان اُس کی تلاش کے لئے نکلتا ہے تو اُسے یہ لڑکی سرسوں کے ایک کھیت میں گاتی اور رقص کرتی دکھائی دیتی ہے اور وہ چھپ کر اُس کو دیکھتا رہتا ہے۔
- ۱۱۔ یار تم زے اُلو ہو۔ یہ ناچ سرسوں کے کھیت کے بغیر نہیں ہو سکتا ؟
- ۹۔ سرسوں کے کھیت پر تمہیں کیا اعتراض ہے ؟
- ۱۰۔ سرسوں کے کھیت پر مجھے یہ اعتراض ہے کہ اس میں چلنا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میں آج بھاگتے وقت سرسوں کے ایک کھیت میں تین بار گر ا تھا۔
- ۹۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کی ٹانگیں تمہاری طرح ٹیڑھی اور کمزور ہوں۔ میں ایک صحت مند دیہاتی لڑکی کا ذکر کر رہا ہوں۔
- ۱۰۔ کامریڈ اتم ذاتی حملے کر رہے ہو۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری ہیروئن سرسوں کے کھیت کے بغیر کیوں نہیں ناچ سکتی ؟
- ۹۔ یار تم عجیب آدمی ہو۔ میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ جب وہ ناچتی ہے تو پھول کھلنے لگتے ہیں اور دیہات کے مسافر میں میں نے سرسوں کے سوا کسی اور چیز کے پھول نہیں دیکھے۔

۱۰: لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ سرسوں کے کھیت میں ناچنا ناممکن ہے۔ وہاں پاؤں پودوں میں الجھ جاتے ہیں اور ناچنے والا گر پڑتا ہے۔

۹: میرے دوست! جب تم گرے تھے تو تم نے دھول پہن رکھا تھا۔ لیکن اگر تمہیں اس بات سے کوئی تکلیف ہوتی ہے تو یوں سمجھ لو کہ میری ہیروئن سرسوں کے کھیت کے پاس کسی خالی کھیت یا کھلے میدان میں ناچ رہی ہے۔

۱۰: اچھا اب پلاٹ سناؤ مجھے۔

۹: جب طلوعِ صبح کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو یہ لڑکی اپنے گھر کی طرف بھاگتی ہے اور وہ نوجوان دبے پاؤں اُس کا پیچھا کرتا ہے۔ اگلی شام وہ اُس کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے اور جب وہ حسبِ معمول گھر سے نکلتی ہے تو وہ پیچھا کرتا ہے۔ یہ نوجوان فطرتاًً صحبت پسند ہے۔ اُس کی حالت یہ ہے کہ وہ رات کے وقت چھپ چھپ کر اُس کا ناچ دیکھتا ہے اور دن کے وقت اپنے آپ کو ملازت کرتا ہے لیکن بالآخر ایک طویل ذہنی کش مکش کے بعد وہ فطرت کے تقاضوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ ایک رات جب یہ لڑکی وارنگلی کی حالت میں ناچ رہی ہوتی ہے تو وہ جھمکتے جھمکتے آگے بڑھتا ہے اور اُس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ وہ دونوں تلپتے ہیں اور فضا مسترت کے نغموں سے بھرپور ہو جاتی ہے۔ بالآخر وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ ہیرو کچھ دیر جھمکتے اور شرمانے کے بعد ہیروئن سے اظہارِ محبت کرتا ہے اور وہ اُسے یہ سمجھاتی ہے کہ تمہیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے میری زندگی کا ایک مقصد ہے۔ میں اپنے گاؤں کی پُرسکون اور اُداس زندگی میں ایک ہنگامہ پیدا کرنا چاہتی ہوں۔ میں اس ملک کی قدیم ثقافت کو زندہ کرنا چاہتی ہوں میں ماضی کا وہ حسین دور واپس لانا چاہتی ہوں جب چوڑے چکلے جوان اور آٹھ دوشیزائیں گھٹ گھٹ کر جان دینے کی بجائے ناچ کر اپنے جذبات کا

اظہار کیا کرتے تھے۔ میں ان آہنی زنجیروں کو توڑنے کا فیصلہ کر چکی ہوں جن کے بوجھ سے ہماری قومی ثقافت کمرہ رہی ہے۔ میں سراج کے رجعت پسند ٹھیکیداروں کو بتانا چاہتی ہوں کہ اب ہم آزاد ہیں اور ایک آزاد قوم کی ثقافت زیادہ عرصہ پابند سلاسل نہیں رہ سکتی۔ اگر تم میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو یہ اچھی طرح سوچ لو کہ تمہیں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔ میرا اُسے یقین دلاتا ہے کہ میں تمہاری ایک مسکراہٹ کے بدلے تمام عمر تلچنے اور گانے کے لئے تیار ہوں۔ غرض یہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ثقافت کا بول بالا کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

۸: میرے دوست! تم ایک بنیادی غلطی کر رہے ہو۔ تمہارے پلاٹ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دیہاتی لڑکی کامریڈ الف دین کی کلاس فیلو ہے۔ اور اُس کے ذہن میں ثقافت کا وہی مفہوم ہے جو ہم لوگ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ان لوگوں کے کانوں کے لئے ثقافت کا لفظ تک اجنبی ہے۔

۹: کامریڈ! میرا مقصد لڑکی کی قابلیت کا امتحان لینا نہیں۔ بلکہ میں تو کسی نہ کسی طرح دیہاتی عوام کے ذہن میں یہ بات ٹھونسنا چاہتا ہوں کہ جب تک وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رقص اور موسیقی کی اہمیت محسوس نہیں کریں گے، وہ زندگی کی صحیح مسرتوں اور راحتوں سے آشنا نہیں ہوں گے۔ تم سارا پلاٹ سن لو اور اُس کے بعد اگر تم نے کوئی معقول اعتراض کیا تو میں تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں تو میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ میرا اور میری ثقافت کی خدمت کے لئے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کرتے ہیں اور ایک مشترک مقصد کے باعث اُن کی محبت بڑی تیزی کے ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ اس کے بعد میں اپنی کہانی کے ولن کا کردار پیش کرتا ہوں۔ یہ گاؤں کا رجعت پسند چودھری ہے۔

۱۰: نہیں! نہیں! تمہاری کہانی کا ولن گاؤں کا مولوی ہونا چاہیے جسے ہر وقت لوگوں کی

عاقبت ستوارنے کی فکر رہتی ہے۔ گاؤں کے چودھری کو تم ہیرو کے رقیب کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہو۔ لیکن ہیروئن کے بیشتر مصائب کی ذمہ داری تمہیں مولوی پر ڈالنی چاہیے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ ثقافت کے مورچے سے ہم جو تیر چلانا چاہتے ہیں۔ اس کا پہلا ہدف وہ لوگ ہونے چاہئیں جو مذہب کی ڈھال لے کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۹: میں اس قیمتی مشورے کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری کہانی کا پلاٹ یوں ہو گا کہ گاؤں کے لوگوں کو ہیرو اور ہیروئن کے تعلقات کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ مولوی کو خبردار کر دیتے ہیں۔ دوسری طرف گاؤں کا چودھری بھی ہیروئن پر فریضہ ہو چکا ہے اور اُس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ وہ پہلے لڑکی کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے دولت کا لالچ دیتا ہے۔ لیکن لڑکی اُسے یہ جواب دیتی ہے کہ میں ثقافت کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ میرا جیون ساکھتی صرف وہ ہو سکتا ہے جو اس ملک میں ثقافت کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو۔ چودھری اُسے کہتا ہے کہ جس نوجوان پر تم فریضہ ہو وہ تمہیں دو وقت کی روٹی بھی نہیں دے سکتا۔ اور میں تمہارے قدموں میں سونے اور چاندی کے ڈھیر لگا سکتا ہوں۔ اور لڑکی یہ جواب دیتی ہے کہ تم سونے اور چاندی سے میری رُوح کی پیاس نہیں بجھا سکتے۔ تم مجھے گھر کی چار دیواری میں قید رکھنا چاہتے ہو اور میں وہ پھول ہوں جسے تروتازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ پھر وہ دھمکیاں دیتا ہے۔ لیکن ہڑیہ اور مونجھو ڈارو اور میکسلا کی ثقافت کی بیٹی اُس کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوتی۔ لڑکی سے بالواس ہونے کے بعد گاؤں کا چودھری یہ معاملہ مولوی کے پاس لے جاتا ہے۔ مولوی یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں اُس نوجوان کو لڑکی سے متنفر کرنے کی کوشش کروں گا۔ مولوی ہیرو کو بلاتا ہے اور اُسے یہ سمجھاتا ہے کہ اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی اور اسی طرح ایک آلودہ

لڑکی کے پیچھے بھاگتے رہے تو دنیا اور آخرت میں تمہارا انجام بہت بُرا ہوگا۔ مولوی کے وعظ و نصیحت کے باعث اس داستان کے ہیرو کی رجعت پسندی اُس کے جذبہ عشق و وفا پر غالب آتی رہے اور وہ رات کے وقت کھیتوں میں لڑکی کا پیچھا کرنے کا مشغلہ ترک کر دیتا ہے۔ لڑکی تین راتیں مسلسل کٹی کٹی گھنٹے کھیتوں میں اُس کا انتظار کرتی ہے لیکن وہ نہیں آتا۔ وہ تاجنا چاہتی ہے لیکن اُس کی ٹانگیں جواب دے جاتی ہیں۔ وہ گانے کی کوشش کرتی ہے لیکن اُس کی آواز حلق سے باہر نہیں نکلتی۔ بالآخر وہ بیمار ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ قطع کلام معاف! اس عرصہ میں گاؤں کا چودھری اور مولوی کچھ نہیں کرتے؟
 ۹۔ چودھری ایک پوشیدہ آدمی ہے اور وہ جلد بازی سے کام لے کر لڑکی کو مشتعل نہیں کرنا چاہتا۔ اُسے اس بات کا یقین ہے کہ اپنے عاشق سے مایوس ہونے کے بعد وہ خود بخود اس کی طرف مائل ہو جائے گی۔ اس لئے وہ لڑکی کا پیچھا کرنے کی بجائے ہیرو کے گھر پر پہرہ دینا زیادہ سودمند سمجھتا ہے۔ تاکہ لڑکی کے ساتھ اُس کی دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے۔ مولوی اُس کا آلہ کار ہے اور وہ لڑکی کے باپ کو یہ سمجھاتا ہے کہ وہ چودھری کے گھر میں ٹنکھی رہے گی۔ وہ جوان ہے، دولت مند ہے، نیک ہے اور خوب صورت بھی ہے۔ تم اور کیا چاہتے ہو؟

۱۱۔ ارے یار! تم بھی غضب کرتے ہو۔ اس میں چودھری کی شکل و صورت کا مرید الف دین سے زیادہ بھونڈی ہونی چاہیے۔ ورنہ یہ کہانی ایک مذاق بن کر رہ جائے گی۔

۱۲۔ میں پہلے ہی یہ محسوس کر رہا تھا کہ تم یہاں پر اعتراض کرو گے۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری ہیروئن ثقافت کی خدمت سے متعلق عظیم ترین قربانیاں دینے کے لئے تیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایک کھاتے پیتے خوش وضع نوجوان کے ازدواجی مسرتوں کی پیش کش ٹھکرا دیتی ہے۔ اگر تم یہ بات ذہن میں رکھو کہ یہ لڑکی اس ناول کی ہیروئن

ہے جس کا مقصد رقص اور موسیقی کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کرنا ہے تو مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس بات سے قطعاً تکلیف نہیں ہوگی کہ ہیروئن جس نوجوان کو ٹھکرا دیتی ہے وہ مالدار بھی ہے اور خوش شکل بھی۔ وہ ہیرو کو صرف اس لئے ترجیح دیتی ہے کہ وہ ترقی پسند ہے اور ناپاچ گانے سے اُس کی رُوح کی پیاس بجھا سکتا ہے۔

۸: میرے دوست! میں اپنا اعتراض واپس لیتا ہوں اور آج اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تم اپنے دور کے عظیم ترین ناول نگار ہو۔ یہ باریک نکتہ صرف تمہارے دماغ میں آ سکتا ہے۔ میں تمہارے اس شاہکار کا دیباچہ لکھوں گا اور کامریڈ الف دین سے مطالبہ کروں گا کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر اس کے فلمائے کا انتظام کرے۔

۹: شکریہ! بہت بہت شکریہ! باب ذرا کہانی سنو۔ لڑکی کا باپ غریب ہے اور اگرچہ وہ بھی اپنی صاحبزادی کی طرح آرٹ اور کلچر کا دلدادہ ہے لیکن لالچ میں آکر چودھری کے ساتھ اس کی منگنی کر دیتا ہے اور لڑکی کی گریہ و زاری سے کان بند کر لیتا ہے۔ غم زدہ لڑکی زیادہ بیمار ہو جاتی ہے اور اُس کی سہیلیاں ہیرو کو بے وفائی اور بزدلی کا طعنہ دیتی ہیں یہ بات ہیرو کی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ مولوی نے چودھری کا راستہ صاف کرنے کے لئے اُسے بے وقوف بنایا ہے۔ اس کا دل سماج کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اُس کی روحانی اور اخلاقی قدریں یکسر بدیل جاتی ہیں۔ اب اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس رجحیت پسندی اور پس ماندگی کے خلاف ثقافت کے مورچے میں بیٹھ کر ہی ایک کامیاب جنگ لڑی جاسکتی ہے۔ وہ ہیروئن کے ساتھ اپنی وابستگی کو ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ وہ ان کھیتوں میں جاتا ہے جہاں وہ رقص کیا کرتے تھے اور اُداس اور منہموم درختوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان کرتا ہے کہ اب میری زندگی کا ہر سانس ثقافت کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ میں اپنے گاؤں کے نوجوانوں کو رجحیت پسندی کے چنگل سے پھرانے کے لئے ناپاچ اور گانے کی تربیت

دوں گا۔ ہیروئن کے گھر کے دروازے پر چودھری نے اپنے آدمیوں کا پہرہ بٹھا رکھا ہے۔ اس لئے بدلیصیب ہیرو وہاں نہیں جاسکتا۔ لیکن اُسے یقین ہے کہ اُن کی زندگی کے راستے بہت جلد ایک دوسرے سے آ ملیں گے۔ وہ اپنے چند دوستوں کو جمع کر کے رات کے وقت کھیتوں میں لے جاتا ہے اور انہیں ماہیا سناٹا ہے۔ جب وہ چند گانے سیکھ جاتے ہیں تو وہ ایک ڈھول خریدتا ہے اور انہیں بھنگڑا ناچ سکھاتا ہے۔ گاؤں کے نوجوانوں میں زندگی کا ایک نیا دلولہ جاگ اٹھتا ہے اور اُس کے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ دوسری طرف ہیروئن کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا عاشق تار راہِ راست پر آ گیا ہے اور اس کے ساتھ ثقافت کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے کئی نوجوان میدان میں آ گئے ہیں تو اس کی بیماری دُور ہو جاتی ہے اور وہ اپنے دل میں زندگی کی نئی دھڑکنیں محسوس کرتی ہے۔ ایک دن وہ اپنی تمام سہیلیوں کو جمع کرتی ہے اور ثقافت کی بے بسی کے موضوع پر ایک پُر جوش تقریر کرتی ہے۔ اختتام پر وہ یہ کہتی ہے کہ میری مظلوم بہنو اب وقت آ گیا ہے کہ ہم متحد اور منظم ہو کر ان رجعت پسند مردوں کے دماغ درست کرنے کی کوشش کریں۔ جنہوں نے ہماری ثقافت کی آزادی پر توہمات چھپے بٹھا رکھے ہیں۔

اس کے بعد ہیروئن کے گھر کی چار دیواری کے اندر ہلکے پھلکے ثقافتی مظاہرے شروع ہو جاتے ہیں اور گاؤں کے رجعت پسند یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے کھیتوں اور ان کے گھروں میں ایک خطرناک تحریک کا مواد پک رہا ہے۔ گاؤں کا مولوی جب یہ دیکھتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی تعداد بدستور کم ہو رہی ہے تو آپسے باہر ہو جاتا ہے اور وہ دن رات تقریریں کر کے گاؤں کے لوگوں میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ گاؤں کی بنچایت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ہیرو اور ہیروئن کو اُن کے والدین سمیت گاؤں سے نکال دیا جائے لیکن چودھری انہیں یہ سمجھاتا ہے کہ یہ لڑکی بے قصور

ہے۔ اُسے اس نوجوان نے درغلا کر غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ میں آج ہی اس کا دماغ ٹھیک کر دوں گا۔ رات کے وقت ہیرو ڈھول بجارہا ہے اور اُس کے ساتھی بھنگڑا ڈال رہے ہیں۔ چودھری پچاس ساٹھ غنڈوں کے لشکر کے ساتھ دھاوا بول دیتا ہے۔ ہیرو کے ترقی پسند ساتھی تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ نکلتے ہیں لیکن اُسے پکڑ لیا جاتا ہے۔ چودھری ڈھول اکٹھا کر اُس کے سر پر دے مارتا ہے اور جس طرح تم ڈھول میں پھنس گئے تھے اسی طرح وہ بھی پھنس جاتا ہے۔ چودھری کے ساتھی اُسے جو تم پیرا کرتے اور دھکے دیتے ہوئے دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ادھر ہیروئن کو اس صورتِ حال کا علم ہوتا ہے تو وہ گھر سے نکل کر بھاگتی ہوئی کھیتوں کا رخ کرتی ہے۔ دریا کے کنارے ڈھول میں پھنسے ہوئے ہیرو کو چودھری کے آدمی قتل کی دھمکیاں دینے کے بعد یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم یہ وعدہ کرو کہ تم دوبارہ گاؤں میں بھنگڑا ناچ کا پرچار نہیں کرو گے تو تمہاری جان بچ سکتی ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنا مقصد زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ لوگ اُسے دریا میں پھینک دیتے ہیں۔ جب وہ بہتا ہوا گھر سے پانی میں چلا جاتا ہے تو ہیروئن پہنچ جاتی ہے۔ اُسے ہیرو کی چیخیں سنائی دیتی ہیں تو وہ بھی پانی میں کود پڑتی ہے اور تیزی سے آگے بڑھ کر اُسے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈھول میں پھنسے ہوئے آدمی کو نکالنا آسان کام نہیں ہوتا اور یہ لڑکی ابھی میرا کہ بھی نہیں تماشائی چاند کی روشنی میں یہ اندوہناک منظر دیکھتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئن بدستور منجھار کی طرف جا رہے ہیں۔ چودھری کچھ دیر بہوت کھڑا رہتا ہے اور پھر ٹوپی قوت سے چلاتا ہے نادان لڑکی! واپس آ جاؤ۔ تم اُسے نہیں بچا سکتیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں تاج اور گانے سے منح نہیں کروں گا۔ لڑکی جواب دیتی ہے۔ میرا مرنے والا جینا اُس کے ساتھ ہے۔ میں واپس نہیں آؤں گی۔ چودھری اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر

چلاتا ہے۔ بھائیو! انہیں بچاؤ، انہیں بچاؤ اور اس کے ساتھ ہی دریا میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔ کئی اور لوگ بھی دریا میں کود پڑتے ہیں۔ چودھری تیزی سے تیرتا ہوا ان کے قریب پہنچتا ہے۔ لڑکی ڈھول کی رسی پکڑ کر ہیرو کو ڈوبنے سے بچانے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ چودھری لڑکی کو سہارا دینے کی کوشش کرتا ہے اور اسے سمجھاتا ہے کہ ڈھول کی رسی چھوڑ دو۔ ورنہ تم دونوں ڈوب جاؤ گے۔ لڑکی فیصلہ کن انداز میں کہتی ہے کہ مجھے اس کے ساتھ ڈوب مرنا منظور ہے اور ہیرو بھی یہ کہتا ہے کہ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں تم ثقافت کے دشمن ہو اور تمہاری کم از کم سزا یہی ہو سکتی ہے کہ تم باقی تمام عمر سارے خون ناسحق پر شیمان رہو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم دونوں زندہ رہیں تو تمہیں یہ وعدہ کرنا ہو گا کہ آئندہ تم ثقافت کی ترقی کے راستے میں روڑے نہیں اٹکاؤ گے اور لڑکی کہتی ہے کہ اگر تم نے یہ وعدہ نہ کیا تو میں پانی میں غوطہ لگا دوں گی اور دوبارہ اُبھرنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ چودھری خوف زدہ ہو کر چلا اٹھتا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے گاؤں کا کوئی آدمی تم دونوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ خدا کے لئے تم سو سنی مہینوال کا قصہ تازہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ آئندہ نسلیں مجھے تمہارے قتل کا ذمہ دار ٹھہرائیں۔ چودھری ڈھول کی رسی پکڑ لیتا ہے لیکن منجھار کے قریب پانی کے تیز بہاؤ کی وجہ سے یہ تینوں آن کی آن میں کٹی گزریے چلے جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں گاؤں کے کئی اور جوان ان کی مدد کئے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئن ان کی مدد قبول کرنے سے پہلے ان سے بھی یہ وعدہ لیتے ہیں کہ وہ گاؤں کے اندر اور باہر ثقافتی مظاہروں کی مخالفت نہیں کریں گے۔ قصہ مختصر انہیں بڑی مشکل سے دریا سے باہر نکالا جاتا ہے۔ ہیرو ڈھول کے شکنجے سے باہر نکلنے کے بعد اپنے حواس درست کرتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ثقافت کی اہمیت کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز تقریر کرتا ہے۔ چودھری کے دل

پراس تقریر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اسی وقت اپنے ایک نوکر کو حکم دیتا ہے کہ تم بھاگ کر گاؤں سے ایک نیا ڈھول لے آؤ۔ ہم اپنے گاؤں کے ہیرو اور ہیروئن کو بچانے کی خوشی میں ایک نئی زندگی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب چودھری کا آدمی ڈھول لے کر آ جاتا ہے تو دریا کے کنارے ایک عظیم ثقافتی مظاہرہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہیرو ڈھول بجاتا ہے اور نوجوان بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ چودھری کچھ دیر جھجکتا ہے لیکن بالآخر ناچ میں شریک ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ناچتے گاتے ایک جلوس کی شکل میں اپنے گاؤں کا رخ کرتے ہیں۔ گاؤں کا مولوی مسجد سے نکل کر یہ منظر دیکھتا ہے تو اپنا سر پیٹ لیتا ہے۔ اس کے بعد ثقافت کو زندہ کرنے کی تحریک سارے علاقے میں پھیل جاتی ہے اور رجعت پسند مولوی گاؤں چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور چودھری اس کی جگہ ایک ترقی پسند مولوی کو لے آتا ہے۔ چند دن بعد ہیرو اور ہیروئن کی شادی ہو جاتی ہے اور علاقے کے تمام چودھری دولہا اور دلہن کے لئے سارنگیوں، طبلوں، ڈھول اور جمپوں کے تحائف لے کر آتے ہیں۔ کہانی کا اختتام اس طرح ہو گا کہ ہیرو اور ہیروئن بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کی سلور جوبلی کے موقع پر اس گاؤں میں ایک بین الاقوامی ثقافتی مظاہرہ ہوتا ہے جس میں سینکڑوں سازندے، رقاص اور گویے اپنے کمالات کے مظاہرے کرتے ہیں۔ ملک کے طول و عرض سے جمع ہونے والے لاکھوں تماثائی ہیرو کے گھر کی ایک کوٹھڑی میں جا کر اس پرانے ڈھول کی زیارت کرتے ہیں جس کے اندر پھنس کر اس نے دریا میں غوطے کھائے تھے۔

۱ : ونڈر فل کا مریڈاؤنڈر فل ! لیکن میں تمہاری اصلاح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تم یہ کہتے ہو کہ جب چودھری ہیروئن کی مدد کے لئے دریا میں کودتا ہے تو ڈھول میں پھنسا ہوا ہیرو انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے مطالبات پیش کرتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ ڈھول میں جکڑے ہوئے انسان کو تین فٹ پانی کے اندر بھی اپنا ہوش

نہیں رہتا اور دریا کے اندر تو باتیں کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ دریا اگر خشک نہیں تھا تو تمہارے ہیرو کو آنکھ جھپکنے میں ڈوب جانا چاہیئے تھا۔ ہیروئن خواہ کتنی اچھی پیراک کیوں نہ ہو ڈھول میں جکڑے ہوئے ہیرو کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

۹: کامریڈ! میں نے اپنی کہانی کا ایک سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ اس میں رنگ بھرتے وقت میں پوری حقیقت پسندی سے کام لینے کی کوشش کر دیں گا۔ مثلاً تمہاری الجھن دُور کرنے کے لئے میں یہ اضافہ کر سکتا ہوں کہ دریا میں ایک شہتیر رہتا آ رہا ہے اور لڑکی ایک ہاتھ سے ڈھول کی رستی اور دوسرے ہاتھ سے شہتیر کو پکڑتی ہے۔ ابھی میں نے یہ فیصلہ بھی نہیں کیا کہ اس کہانی کا اختتام کیسا ہوگا۔ ممکن ہے کہ میں اُسے زیادہ موثر بنانے کے لئے ٹریجڈی میں بدل دوں۔ ٹریجڈی کی صورت میں آخری سین یہ ہوگا کہ ہیرو ڈوب جاتا ہے اور گاؤں کے لوگ ہیروئن کو دریا سے نکال لیتے ہیں لیکن وہ اس صدمے سے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہے۔ لوگ ہیرو کی لاش کو دریا سے نکال کر کنارے پر دفن کر دیتے ہیں اور لڑکی گاؤں واپس جانے کی بجائے وہیں ڈیرا ڈال دیتی ہے۔ اپنے محبوب کی قبر پر تاجپنہ اور گانے کے سوا اس کا کوئی مشغلہ نہیں چودھری اس کی حالت پر ترس کھا کر اُسے قبر کے ساتھ ایک کیڑا تعمیر کر دیتا ہے لوگ ہیرو کی قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور لڑکی کو نذرانے پیش کرتے ہیں۔ پھر ہر سال وہاں ایک باقاعدہ میلہ لگتا ہے جس میں شاندار ثقافتی مظاہرے ہوتے ہیں۔

۱۰: کامریڈ! اس مسئلہ پر ہم بعد میں بحث کریں گے کہ اس کہانی کا انجام کا میڈی ہونا چاہیئے یا ٹریجڈی۔ سر دست تمہارے لئے اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ تم اس لڑکی کے کردار کا اچھی طرح مطالعہ کر لو کہ جن کی سرگزشت سے متاثر ہو کر تم یہ کہانی لکھنا چاہتے ہو۔ میری مراد ریشماں سے ہے۔ اگر ریشماں تمہیں یہ بتانے پر آمادہ ہو جائے کہ ایک دیہاتی رومان کی ہیروئن کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے تو تم اس کہانی کو بچیدار لکھ سکتے ہو۔

سکو گے۔ اس معفر میں ہمیں یہ تلخ تجربہ ہو چکا ہے کہ ہم نے فلموں میں جو دیہاتی رومان
 دیکھے ہیں ان کا حقیقی زندگی کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر تم نے حقیقت نگاری
 سے کام نہ لیا تو تمہارا ناول تاج اور گانے کی حمایت میں ایک گھٹیا قسم کا پراپیگنڈا فیلٹ
 بن کر رہ جائے گا اور اس کے خلاف دیہاتی لوگوں کا ردِ عمل اسی قدر شدید ہو گا جتنا کہ
 آج ہم نے اپنے بھنگڑا تاج کے خلاف دیکھا ہے۔ ناول کو موثر بنانے کے لئے تمہیں
 یہ ثابت کرنا ہو گا کہ تم دیہاتی زندگی سے پوری واقفیت رکھتے ہو اور یہ باتیں تمہیں ریشیاں
 سے زیادہ اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ دیہاتی رومان کس طرح پروان چڑھتے ہیں۔ وہ
 تمہارے ساتھ کافی مانوس ہو چکی ہے۔ اگر تم ذرا ہوشیاری سے کام لو تو اس سے
 انتہائی کارآمد معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ ان معلومات کے ساتھ تمہاری کہانی جس قدر
 دلچسپ ہوگی اسی قدر ثقافت کے پراپیگنڈا کا موثر ذریعہ ثابت ہوگی۔ تمہارا اولین مقصد
 ریشیاں کے جذبات کی صحیح تصویر پیش کرنا ہے۔ بچپن میں وہ اپنے مستقبل کے متعلق
 کیا سوچتی ہے۔ جوانی میں وہ کس قسم کے سپنے دیکھتی ہے۔ جب پہلی بار ایک نوجوان
 نے اُس کی طرف گھور کر دیکھا تھا تو اُس کا ردِ عمل کیا تھا۔ اُس نے مسکراہٹ کا جواب
 مسکراہٹ سے دیا تھا یا بھاگ کر کسی کالی ڈانگ والے بھائی کو مدد کے لئے بلارہی تھی۔
 وہ پہلی ملاقات میں ہی کھل گئے تھے یا کئی ملاقاتوں کے بعد بھی ایک دوسرے کو اپنے
 دل کا حال بتانے سے اجتناب کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ ریشیاں سے اس قسم کی
 معلومات حاصل کرنے کے بعد تم اپنی کہانی بے حد دلچسپ بنا سکو گے اور یہ کہانی جس قدر
 دلچسپ ہوگی اسی قدر کامیابی کے ساتھ تم ثقافت کا پراپیگنڈا کر سکو گے۔

۹۔ بھی تم نے پورے جوش و خروش کے ساتھ تقریر شروع کر دی ہے اور وہ لوگ ساتھ
 والے کمرے میں سو رہے ہیں۔

ریشیاں ساتھ والے کمرے سے نمودار ہوتی ہے اور کامریڈ بدھواس ہو کر اُس کی طرف

دیکھتے ہیں)۔

ریشیاں : میں سو نہیں رہی تھی بلکہ تمہاری باتیں سن رہی تھی۔

۹ : تشریف رکھئے کامریڈ ریشیاں ! اگر تمہیں ہماری باتوں سے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو ہم

اُسے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں اپنے ساتھی کو بتا رہا تھا کہ میں نے ایک کتاب

لکھنے کا فیصلہ کیا ہے اور میرے اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ میں دنیا کے سلسلے تمہارا کردار

پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس ملک کے رحمت پسندوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے

جس سیلاب کا بند کھولا ہے وہ اُن کے دقیانوسی خیالات کو خس و خاشاک کی طرح بہا

لے جائے گا۔ اب رات گزر چکی ہے اور ایک نئی صبح کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

ریشیاں : جی رات تو ابھی آدھی بھی نہیں گزری۔ تم سیدھی بات کہو کہ میں بے وقوف یا

پاگل ہوں۔

۹ : کامریڈ ! میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ تم بے وقوف ہو۔

ریشیاں : اب تمہارے کی کوشش مت کرو۔ تم اپنے ساتھی کو یہ سمجھا رہے تھے کہ مجھے بُرے

بھلے کی تمیز نہیں۔ میں پاگلوں کی طرح رات کے وقت اکیلی کھیتوں میں ناچا کرتی تھی۔

گاؤں کا چودھری میرے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا اور میں کسی ڈھول بجانے والے

مشنڈے کے پیچھے بھاگتی پھرتی تھی۔ آخر میں نے امام دین کا کیا بگاڑا تھا کہ اُس نے

میرے متعلق اس قسم کی افواہیں اڑانی شروع کر دی ہیں۔ رات کے وقت سرموں کے

کھیت میں ایک پاگل کے سوا کون ناچ سکتا ہے۔ ناچنا اور گانا ہمارا پیشہ ہے لیکن یہ

پیشہ کسی مشنڈے کو خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے اختیار کیا

تھا۔ یہ کتنا جھوٹ ہے کہ میں رات کے وقت کھیتوں میں کسی آوارہ آدمی سے باتیں

کیا کرتی تھی۔ تم یہ کہہ رہے تھے کہ میں اُسے بچانے کے لئے دریا میں کود پڑی تھی حالانکہ

دریا ہمارے گاؤں سے کوسوں دور ہے۔

۱۰ : کامریڈ ریشیاں ! آپ تشریف رکھیں ہم آپ کے ساتھ اطمینان سے بات کریں گے ۔
(ریشیاں ذرا ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتی ہے) ۔

کامریڈ ریشیاں ! میرا ساتھی ایک ناول یعنی کہانی لکھ رہا ہے اور ہر ناول یا کہانی کے بعض واقعات فرضی ہوتے ہیں ۔ تمہیں اس بات پر خفا نہیں ہونا چاہیئے ۔

ریشیاں : اگر تمہارا مقصد مجھے بدنام کرنا ہوتا تو میں اعتراض نہ کرتی ۔ ہمارا پیشہ ہی ایسا ہے کہ لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں ۔ لیکن تم ہمارے ساتھ ایک شریف آدمی کو کیوں بدنام کرتے ہو ۔

۹ : وہ شریف آدمی کون ہے جسے ہم نے بدنام کیا ہے ۔

ریشیاں : چودھری نور دین اور کون ؟ تم یہ کہہ رہے تھے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا ۔ میں حیران ہوں کہ امام دین کو ایسی افواہیں اڑانے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا ۔ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ جب تک میں وہاں تھی چودھری نور دین نے میری طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا ۔ وہ ہماری گلی سے بھی کبھی نہیں گزرتا تھا ۔ بیس بائیس سال کی عمر میں اُس کی بیوی فوت ہو گئی تھی اور علاقے کے ہر اچھے خاندان سے اُسے رشتہ ملتا تھا لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بیوی لاکھوں میں ایک تھی ۔ اُسے فوت ہوئے تین سال ہو چکے ہیں لیکن اُس نے ابھی تک دوسری شادی نہیں کی ۔ اُسے صرف اپنے اکلوتے بچے کے ساتھ دلچسپی ہے جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ لٹے پھرتا ہے ۔ میں سچ کہتی ہوں کہ اُس نے میری طرف گھور کر بھی نہیں دیکھا ۔

۱۱ : کامریڈ ریشیاں ! ہمارا مقصد تمہاری عزت افزائی ہے ، چودھری نور دین کی توہین نہیں ۔ ہم دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم عام لڑکیوں سے مختلف ہو ۔ تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے تم بڑی سے بڑی قربانی دے سکتی ہو اور

اس سے بڑی قربانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمہاری زندگی میں دو آدمی آتے ہیں۔ ایک وہ غریب نوجوان ہے جو محبت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لوگ اُسے حقیر سمجھتے ہیں لیکن تم اپنی زندگی کے اعلیٰ اور ارفع مقاصد کی تکمیل کے لئے اُس کی رفاقت ضروری سمجھتی ہو۔ دوسرا چودھری نور دین جو اپنی دولت کے بل بوتے پر تمہیں ہر طرح کا آرام و عیش پہنچا کر سکتا ہے۔ لیکن تم اُسے خاطر میں نہیں لاتیں۔

ریشیاں : یہ بالکل جھوٹ ہے۔ تم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میں بالکل بیوقوف ہوں۔ خدا کے لئے میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میں سچ کہتی ہوں کہ چودھری نور دین نے میری طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

۹۔ : کامریڈ! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے یقین ہے کہ چودھری نور دین صبح نہام تمہارا دروازے پر کھڑا رہتا اور تمہیں پہرے گھور گھور کر دیکھتا تو بھی تم اس غریب نوجوان کو ترجیح دیتیں جو اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود رقص اور موسیقی کے ساتھ لگاؤ رکھتا تھا۔

ریشیاں : میں اُس کے سر پر جوتے بھی نہ مارتی۔ اگر نور دین میری طرف صرف ایک نظر دیکھ لیتا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اپنا گاؤں چھوڑنے پر مجبور نہ کر سکتی۔

۹۔ : تم اس کے گھر کی چار دیواری میں ایک قیدی کی زندگی بسر کرنا قبول کر لیتیں؟
ریشیاں : میں اُس کے صحن میں چھاڑو دیتے وقت بھی یہ محسوس کرتی کہ میں ایک مہارانی ہوں۔

۱۰۔ : یہ غلط ہے ریشیاں! تم وہاں کبھی خوش نہ رہتیں۔ ایک آرٹسٹ کے لئے زندگی کی سب سے بڑی نعمت آزادی ہے اور تم ایک عظیم آرٹسٹ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ذہن پر ابھی تک رجعت پسندی کا قبضہ ہے۔

ریشیاں : (بھرائی ہوئی آواز میں) میں ایک عورت ہوں۔ ایک بے بس ڈوم کی بیٹی ہونے کے باوجود میں ایک عورت ہوں (ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا کر سسکیاں لیتی ہے)

۱۔ : کامریڈ ریشیاں ! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر چودھری نور دین واقعی تمہارے لئے اپنے گھر کے دروازے کھول دے تو تم اس سے یہ مطالبہ نہیں کرو گی کہ اگر تم میری رفاقت چاہتے ہو تو تمہیں آرٹ اور کچھ یعنی تاج اور گانے کی مہم میں میرا ساتھ دینا پڑے گا۔

ریشیاں : تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں شیطان کی بیٹی ہوں اور میرا کام لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنا ہے ؟

۲۔ : نہیں ! نہیں ! میرا مطلب یہ نہیں ریشیاں ! بات دراصل یہ ہے کہ تم نے کبھی اپنا نفسیاتی تجزیہ نہیں کیا۔

ریشیاں : وہ کیا ہوتا ہے ؟

۳۔ : میرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ تم کیا چاہتی ہو۔ تم ایک فن کار ہو اور تمہیں اپنے فن یعنی گانے بجانے سے محبت ہے لیکن بد قسمتی سے تم نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جہاں اس مقدس فن کو بے حیائی سمجھا جاتا ہے اس لئے تم ایک ذہنی الجھن میں مبتلا ہو۔ کبھی تم پر محبت پسند سوسائٹی کا خوف سوار ہوتا ہے تو تمہارا دل اس فن کے خلاف نفرت سے بھر جاتا ہے اور کبھی تم ایک حقیقی آرٹسٹ کی نگاہوں سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتی ہو تو تمہیں اپنے فن کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

ریشیاں : میں ہمیشہ یہ سوچتی ہوں کہ میں ایک ڈوم کی بیٹی ہوں اور مجھے صرف اپنا پیٹ پالنے کے لئے ناچنا پڑتا ہے اور ہر آدمی خواہ وہ بھانڈا ہی کیوں نہ ہو میرا مذاق اڑا سکتا ہے۔

۴۔ : کامریڈ ریشیاں ! مجھے افسوس ہے کہ تمہارے دل میں ابھی تک ایک آرٹسٹ کی انا بیدار نہیں ہوئی۔ ورنہ نور دین کے گھر میں بھار دینے کی بجائے تمہاری یہ خواہش

ہوتی کہ وہ رمضان کی طرح طبلے اور ہار مونیم اٹھا کر تمہارے ساتھ ساتھ پھرتا ہو۔
 ریشماں : میں ایک ڈوم کی لڑکی ہونے کے باوجود ایک شریف آدمی کی ذلت اور رسوائی
 برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر نور دین صرف ایک بار میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتا تو میں
 ساری عمر گھر کی چار دیواری سے باہر نہ نکلتی۔ میں اپنے طبیلوں اور ہار مونیم کو
 آگ لگا دیتی۔

۷ : کامریڈ ریشماں ! میں تمہارا شکریہ گزار ہوں کہ تمہاری باتوں نے میرے ساتھی کو ایک
 ناول لکھنے کی تکلیف سے بچا لیا ہے۔ لیکن اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم
 چودھری نور دین کو جا کر یہ بتائیں کہ ریشماں تمہاری ایک نظر غنایت کے بدلے اپنے
 ہار مونیم اور طبیلوں کو آگ لگانے کے لئے تیار ہے تو وہ کیا محسوس کرنے گا۔
 ریشماں : وہ جوتے مار کر تمہارا سر گنجا کر دے گا۔

۸ : (اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے) آف باب ایک بچنے والا ہے۔ اب ہمیں سونا
 چاہیئے۔ لیٹ کر لحاف اوپر لے لیتا ہے۔ ریشماں اٹھ کر گھڑی ہو جاتی ہے۔
 ۹ : ریشماں ! میرے ساتھی کا مقصد تمہاری دل آزاری نہ تھا۔ لیکن اُسے بات کرتے
 وقت یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ریشماں : لیکن مجھے تمہاری باتوں سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی
 کہ مجھے رسوا کرنے سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا ؟

۹ : میرا خیال تھا کہ میری کہانی تمہاری شہرت اور عزت میں اضافہ کرے گی۔ لیکن یہ میری
 بد قسمتی ہے کہ تم شہرت اور عزت کو رسوائی سمجھتی ہو۔ بیٹھ جاؤ، میں تم سے چند ضروری
 باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

ریشماں : (بیٹھتے ہوئے) اگر تم نے پھر میرا مذاق اڑایا تو میں بے عزتی کروں گی۔
 ۹ : میں نے پہلے بھی تمہارا مذاق نہیں اڑایا تھا۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری

سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔ کیا تم یہ نہیں چاہتیں کہ تم ایک کامیاب آرٹسٹ بنو۔

ریشیاں : وہ کیا ہوتی ہے ؟

۹ : میرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ناچنے اور گانے کے فن میں کمال حاصل ہو اور لوگ تمہارے قدموں پر سونے اور چاندی کے انبار لگا دیں۔

ریشیاں : تم نے پھر وہ بات باتیں شروع کر دی ہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ ہمیں اس دھند سے دو وقت کی روٹی ملتی جائے۔

۹ : مجھے افسوس ہے کہ ایک عظیم فن کار ہونے کے باوجود تمہارے عزائم اس قدرست ہیں۔ سچ کہو ریشیاں : تم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتیں کہ تمہیں اپنے فن کی بدولت دو وقت کا کھانا مل جائے ؟

ریشیاں : میں بہت کچھ چاہتی ہوں لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میری ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔

۹ : یہی میں جانتا چاہتا ہوں کہ وہ خواہشات کیا ہیں ؟

ریشیاں : میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا ہو جو میرے گھر کے دروازے پر پہرہ دے سکے۔ جو مجھے یہ کہے کہ ریشیاں : مجھے تمہارا یہ پیشہ پسند نہیں۔ میں تمہیں عزت کی روٹی دینے کے لئے مزدوری کروں گا اور اپنا خون اور پسینہ ایک کمرہ دوں گا لیکن تمہیں لوگوں کے سامنے ناچنے اور گانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ جب تم میرا مذاق اڑا رہے تھے تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ کاش کوئی میری عزت کا نگہبان ہوتا اور تمہارا گلا دیوچ دیتا۔

(صحن کی طرف سے کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور رمضان آستینیں چڑھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ ریشیاں بدحواس ہو کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ رمضان ایک تانبہ کے لئے رک کر کامیڈی کی طرف دیکھتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے تماقت کے

ساز و سامان سے لدی ہوئی دونوں سائیکلیں اٹھا کر صحن میں پھینک دیتا ہے۔ ۹۔
 سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتا ہے۔ بنا بدحواسی کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ
 جاتا ہے۔ جھنڈو آنکھیں ملتا ہوا ساتھ والے کمرے سے نمودار ہوتا ہے۔ رمضان ایک
 ہاتھ ۹ کا بازو پکڑتا ہے اور دوسرا ہاتھ اُس کی گردن پر ڈال کر اُسے صحن کی طرف دھکیلتا
 شروع کر دیتا ہے۔

۱۰۔ (اٹھ کر رمضان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) کامریڈ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ دیکھو ہم تمہارے
 مہمان ہیں۔

ریشیاں: رمضان! تم کیا کر رہے ہو؟ ہوش سے کام لو۔
 جھنڈو: شرم کرو رمضان! لوگ کیا کہیں گے (آگے بڑھ کر ۹ کو چھڑانے کی کوشش کرتا
 ہے۔ رمضان ۹ کو دھکا دے کر گرا دیتا ہے)۔

جھنڈو: (رمضان کو گریبان سے پکڑ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے) رمضان! پاگل نہ بنو۔
 مجھے بتاؤ کیا بات ہوئی ہے؟

رمضان: چچا! ریشیاں سے پوچھو۔

جھنڈو: کیوں ریشیاں! کیا بات ہے؟

ریشیاں: کچھ نہیں بابا! رمضان ابھی کہیں سے آیا ہے اور اُس نے آتے ہی لڑائی
 شروع کر دی ہے۔

رمضان: (اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے) میں یہیں تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ریشیاں کو میری
 ضرورت پڑے گی۔

ریشیاں: (قدرے نرم ہو کر) تم اپنے گھر نہیں گئے؟

رمضان: نہیں۔

جھنڈو: تم اس سردی میں باہر کھڑے کیسے ہو۔

رمضان : تمہیں اس سے کیا کہ میں کھڑا تھا یا بیٹھا ہوا تھا۔
 رشتیاں : تم ہمارے دروازے پر کھڑے پہرہ دے رہے تھے؟
 رمضان : نہیں، میں کتاب لکھ رہا تھا۔
 جھنڈو : آخر بات کیا ہوئی ہے؟
 رمضان : کچھ نہیں۔

جھنڈو : پھر تم اس قدر لال پیلے کیوں ہو رہے ہو؟
 رمضان : چچا جھنڈو ! مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ بھانڈا اور بہروپے بھی رشتہاں
 کے ساتھ مذاق کرنے لگ جائیں۔ میں آج تمہارے ساتھ آخری فیصلہ
 کرنا چاہتا ہوں۔

جھنڈو : کیا فیصلہ کرنا چاہتے ہو؟
 رمضان : میں آپ کے ساتھ بات کرنے سے پہلے کچھ رشتیاں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔
 رشتیاں : کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے؟

رمضان : رشتیاں ! میں تمہارے ساتھ لڑائی کرنے نہیں آیا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے
 لوگوں کے سامنے تمہارا ناچنا اور گانا پسند نہیں۔ میں تمہیں اس ذلت سے بچانے
 کے لئے مزدوری کروں گا۔ میں لکڑیاں اور گھاس نیچوں گا۔ میں تمہارے لئے اپنا خون
 اور پسینہ ایک کر دوں گا۔ میں کپڑے دھو سکتا ہوں۔ میں تھوڑا سا درزی کا کام بھی
 جانتا ہوں۔ میں ہل بھی چلا سکتا ہوں۔ میں تمہارے دروازے پر پہرہ دے سکتا ہوں۔
 رشتیاں : تم اتنی دیر باہر سردی میں بیٹھے رہے؟

رمضان : میں تمہارے ساتھ مذاق کرنے والوں کا گلا گھونٹ سکتا ہوں۔
 رشتیاں : تم نے مجھ سے کبیل یا لحاف مانگ لیا ہوتا۔

رمضان : (جھنڈو سے) چچا جھنڈو ! میں رشتیاں کو روٹی اور کپڑا دے سکتا ہوں۔ سوکھی

روٹی اور معمولی کپڑا۔

ریشیاں : (رمضان سے) سردی کے باعث تمہارے ہونٹ نیلے ہو رہے ہیں۔

رمضان : چچا! تم نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

جھنڈو : (ریشیاں سے) ریشیاں! رمضان کیا کہہ رہا ہے؟

(ریشیاں لہکا کر رمضان کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر آگے بڑھ کر جھنڈو کے کان میں کچھ کہتی

ہے اور بھاگ کر دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہے)۔

رمضان : (پریشیاں ہو کر) چچا! سچ کہہ ریشیاں کیا کہتی ہے؟

جھنڈو : (رمضان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے) وہ یہ کہتی ہے کہ تم بہت

بے وقوف ہو۔ لیکن میں تمہاری سونکھی روٹی اور معمولی کپڑا قبول

کرتی ہوں۔

مٹا : ونڈر فل! ونڈر فل! (تالی بجاتا ہے)

رمضان : تم کس بات پر تالی بجا رہے ہو؟

مٹا : میرے دوست! ہر ڈرامے کے اختتام پر تالی بجائی جاتی ہے اور اس ڈرامے کا

آخری سین بہت دلچسپ ہے۔ میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

رمضان : مجھے تمہاری مبارکباد کی ضرورت نہیں۔ میں ریشیاں کے ساتھ تمہاری باتیں

سن چکا ہوں۔

جھنڈو : رمضان! اب ان لوگوں کے ساتھ تمہاری لڑائی ختم ہو جانی چاہیے۔ یہ تمہیں مبارکباد

دے رہے ہیں۔

مٹا : ہاں بھائی رمضان! ہم تمہاری خوشی میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔

رمضان : (اپنی جیب سے ایک روپے کا نوٹ نکال کر مٹا کو پیش کرتے ہوئے) لو

بھائی صاحب! صبح جانے سے پہلے تمہیں مٹھائی بھی مل جائے گی۔

عنا : شکریہ ! لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

رمضان : دیکھو بھائی ! بدشگونی نہ کرو۔ جب تم ہماری شادی پر آؤ گے تو میں تمہیں خوش کر دوں گا (نوٹ بنا کی جیب میں ڈال دیتا ہے)۔

جھنڈو : رمضان ! اب تم گھر جا کر آرام کرو۔

رمضان : نہیں چچا ! میں یہیں کھڑوں گا۔ مجھے صبح ۱۱ بجیں موٹر پر سوار کرانا ہے۔

جھنڈو : لیکن تمہیں یہاں تکلیف ہوگی۔

رمضان : آپ جا کر سو جائیں چچا ! مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

جھنڈو : میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اب تم ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرو گے۔

رمضان : میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا چچا ! لیکن اگر انہوں نے رشتیاں کے ساتھ کوئی

واہیات بات کی تو میں برداشت نہیں کروں گا۔

عنا : بھائی رمضان ! تم اطمینان رکھو ہم کوئی بات نہیں کریں گے۔ اب اگر تمہاری اجازت

ہو تو اپنی سائیکلیں اندر لے آئیں۔

رمضان : اس وقت تمہاری سائیکلیں اٹھانے کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ تم انہیں صحن میں

پڑا رہنے دو ! (فرش پر لیٹ کر اپنا کبل اوپر لے لیتا ہے۔ جھنڈو اپنے کمرے میں

چلا جاتا ہے اور کامریڈ ۹ اور منٹا بھی اپنے اپنے بستر پر لیٹ جاتے ہیں) +

نواں منظر

(رمضان زور زور سے خراٹے لے رہا ہے۔ ساتھ کے کمرے سے جھنڈو کے خراٹے سنائی دے رہے ہیں۔ ۹۔ اور عنا اپنے اپنے لحاف سے منہ نکال کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر یکے بعد دیگرے اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں)۔

۱۰۔ (دبی زبان سے) کاہریڈ! میں حیران ہوں کہ نیند کی حالت میں انسان اتنا شور کیسے مچا سکتا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمرے کی پھت گر پڑے گی۔

۹۔ : یہ خوشی کی نیند ہے میرے دوست ؟

۱۰۔ : اچھا یہ تاؤ اب تمہارا پروگرام کیا ہوگا ؟

۹۔ : اس وقت میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے خراٹے تھوڑی دیر کے لئے بند

ہو جائیں اور مجھے چند گھنٹے سونے کا موقع مل جائے۔ اس کے بعد میری سب سے

بڑی خواہش یہ ہوگی کہ میں بخیر و عافیت یہاں سے نکل کر اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ مجھے

افسوس ہے کہ ہم نے اس سفر میں ذہنی اور جسمانی اذیتوں کے سوا کچھ حاصل نہیں کیا۔

میں حیران ہوں کہ ریشماں جیسی ترقی پسند لڑکی اس لال بھکڑ پر کیسے فریفتہ ہو

سکتی ہے۔

عنا : ابستہ بات کرو کامریڈ ! ابھی ابھی یہ لال بھکڑ تم سے اپنی جسمانی برتری کا لوہا منوا چکا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ ریشماں ترقی پسند نہیں بلکہ پرے درجے کی رجعت پسند ہے۔

عنا : مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ وہ رمضان کے ساتھ خوش رہ سکے گی۔

عنا : مجھے اب اس کی خوشی اور غم کے ساتھ کوئی دل چسپی نہیں۔ میں صرف یہ محسوس کرتا ہوں کہ اپنی منزل کے راستے میں ہم نے جو چراغ دیکھا تھا وہ بجھ چکا ہے۔ ہم نے رمضان کے ہاتھوں شکست کھائی ہے اور اس کی وجہ تمہاری جلد بازی تھی۔

عنا : میں نے کیا جلد بازی کی ہے ؟

عنا : تم اپنے ناول کا پلاٹ سنانے کے لئے بے تابی کا مظاہرہ نہ کرتے تو ریشماں اور رمضان اتنی جلدی ایک دوسرے کی طرف مائل نہ ہوتے اور اس گھر میں ثقافت کا جھنڈا اس طرح سرنگوں نہ ہوتا۔

عنا : کامریڈ ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے ہماری مدد کی ہے اور دیہاتی ثقافت کے متعلق ہماری خوش فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔ ورنہ یہ یقینی تھا کہ تم اس گاؤں کے بھنگڑا تپاچ کی طرح کوئی اور حماقت کر بیٹھتے اور ہمارے لئے اپنی جانیں بچانا مشکل ہو جاتا۔ اب ہمیں کوئی قلعہ فہمی نہیں رہی۔ اب ہم پوری خود اعتمادی کے ساتھ کامریڈ الف دین اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے اس دعویٰ کی تردید کر سکیں گے کہ ہم ناچ گانے کے حق میں چند عرصے بند کر کے عوام کو اپنے پیچھے لگا سکتے ہیں۔

عنا : بھی میری تمام قلعہ فہمیاں تو اسی وقت دور ہو گئی تھیں جب انہوں نے مجھے ڈھول کے اندر پھنسا کر نہر کی طرف بانک دیا تھا۔

عنا : کامریڈ ! خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ڈھول سے نجات مل چکی ہے۔ میرے خیال میں ہمارے لئے یہ بہتر ہو گا کہ ہم ثقافت کے باقی لوازمات سے بھی نجات حاصل کر لیں۔

اور واپسی کا سبب شریف آدمیوں کی طرح کریں۔
 ۱۰۔ بھائی میرے لئے یہ سامان کچھ کم تکلیف دہ نہیں۔ لیکن اگر ہم یہ ہارمونیم، چٹا اور گھنگھرو
 یہاں پھینک جائیں تو کامریڈ الف دین اور پارٹی کے دوسرے ممبروں کو کیا جواب
 دین گے۔

۹۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے یہ جوتا دکھا دینا کافی ہو گا۔

دسواں منظر

(دن کے وقت کا میڈیٹ ۹، عتا کو جھنجھوڑ کر جگاتا ہے اور عتا آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے)۔

۹ : بھئی اٹھو! اب تو دس بج گئے ہیں۔

۱۰ : (ادھر ادھر دیکھتے ہوئے) وہ لوگ کہاں ہیں؟

۹ : وہ باہر دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

۱۱ : ارے تمہیں پاجامہ مل گیا؟

۹ : ہاں بھئی! اس وقت رمضان ہمارے حال پر بہت مہربان ہے۔ اب لاہور کے لئے

موٹر آنے والی ہے۔ تم تیار ہو کر باہر آ جاؤ۔ وہ لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔

(اٹھ کر کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ صحن میں ایک کھجور کی چٹائی پر جھنڈا اور ریشماں

بیٹھے ہوئے ہیں اور رمضان ایک سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ طیلوں کی جوڑی باندھتے

میں مصروف ہے)۔

۹ : بھائی یہ کیا کر رہے ہو؟

رمضان : تم اپنا ذوق گنوا آئے ہو اور ہم اس کے عوض تمہیں یہ طبلے دینا چاہتے ہیں۔

۹۔ : بھی تمہارا شکریہ لیکن ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔
 رمضان : بھی ہم ان کی کوئی قیمت نہیں مانگیں گے۔ یہ ہمارا تحفہ ہے۔ اگر تمہارے پاس
 ہارمونیم نہ ہوتا تو ہم اپنا ہارمونیم بھی تمہیں دے دیتے۔
 ۹۔ : لیکن ؟

رمضان : لیکن دیکھ کچھ نہیں بھائی ! ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں طبلوں کی ضرورت ہے اور ہم
 آج سے گانے بجانے کا کام چھوڑ چکے ہیں۔ تم ہمارے لئے بہت اچھا تسکون ثابت
 ہوئے ہو۔ میں تمہارے لئے مسٹھائی لاتا ہوں۔
 درمضان باہر نکل جاتا ہے۔ ۹۔ آگے بڑھ کر سائیکلوں پر لدا ہوا ساز و سامان اُتارنا
 شروع کر دیتا ہے۔

جھنڈو : بخود دار تم کیا کر رہے ہو ؟ یہ طبلے ہم تمہیں اپنی خوشی سے دے رہے ہیں۔
 ۹۔ : چچا ہم یہ ساز و سامان یہیں چھوڑ جائیں گے۔ آپ نے ہمیں اپنی خوشی سے طبلوں کا
 تحفہ دیا ہے اور ہم آپ کو اپنا ہارمونیم اور چٹا پیش کرنا چاہتے ہیں۔
 جھنڈو : لیکن ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ ہم نے آج سے گانے بجانے کا پیشہ
 ترک کر دیا ہے۔

۹۔ : ہمیں بھی ان کی ضرورت نہیں چچا جھنڈو : ہم نے بھی آج سے تو بہ کر لی ہے۔
 ریشماں : تم نے گانے بجانے سے تو بہ کر لی ہے ؟

۹۔ : ہاں !

ریشماں : تم کیا کرو گے ؟

۹۔ : اب ہم رحبت پسندی کی حمایت میں تقریریں کیا کریں گے۔

جھنڈو : وہ کیا ہوتی ہے ؟

۹۔ : رحبت پسندی ثقافت کی بدترین دشمن ہے اور اس کا سب سے خطرناک اور جھپک

ہتھیار یہ دلی ساخت کا جوتا ہے جسے ہم اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔

ریشماں : تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن سچ کہو تم گانے بجانے کے بغیر گزارا کر سکو گے؟

۹ : کاش ! میں تمہاری یہ غلط فہمی دود کر سکتا کہ گانا بجانا ہمارا پیشہ ہے۔ تمہیں میری بات پر یقین نہیں آئے گا لیکن میں قسم کھا کر کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر میں ہر سفتے ایک ڈھول خرید کر پھاڑ ڈالوں یا ہر مہینے ایک ہارمونیم خرید کر توڑ ڈالوں تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

جھنڈو : اگر تم اتنے آسودہ حال ہو تو اس طرح مارے مارے کیوں پھرتے ہو؟

۹ : یہ ایک ایسا راز ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔

جھنڈو : تمہاری کوئی بات بھی تو ایسی نہیں جو میری سمجھ میں آ سکے۔ لیکن میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تم بھوکے نہیں مرو گے۔

۹ : میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو یقین ہے کہ ریشماں اپنے فیصلے پر قائم رہ سکے گی۔

جھنڈو : کون سے فیصلے پر؟

۹ : میرا مطلب ہے کہ ریشماں ایک فن کار ہے اور یہ آزادی کے دن دیکھ چکی ہے۔

اب اُس نے اچانک رمضان کے ساتھ گناہی اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے ڈر ہے اُس کی قید میں اس کے تمام حوصلے اور دل لے سرد ہو کر رہ جائیں گے۔

جھنڈو : برخوردار ! ہر لڑکی کی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب اُسے شوہر کے گھر کی قید آزادی کے مقابلے میں زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔

۹ : لیکن چچا ! یہ ضروری نہیں کہ ہر شوہر اتنا رحمت پسند ہو کہ بیوی آزادی کے ساتھ رہے۔

بھی نہ لے سکے۔ اگر آپ جلد بازی سے کام نہ لیتے تو ممکن تھا کہ ریشیاں کو کوئی بہتر
ساتھی تلاش کرنے کا موقع مل جاتا۔

جھنڈو : تمہارے خیال میں بہتر ساتھی کی پہچان کیا ہے ؟

۹ : میرے خیال میں ریشیاں کے لئے بہتر ساتھی ایک ایسا نوجوان ہو سکتا ہے جو اُس
کے دل کی دھڑکن سن سکتا ہو۔ اُس کی آزادی کا احترام کرتا ہو۔ جسے تاج اور گانے
کے فن میں اُس کے کمالات دیکھ کر روحانی خوشی محسوس ہوتی ہو۔ میرا مطلب یہ ہے
کہ اگر وہ ریشیاں کو اُس کے آرٹ کے قدر دانوں کی عقل میں منستے کھیلتے دیکھے تو جل بھیں
کر کیاب نہ ہو جائے اور جب ریشیاں کسی ثقافتی نشوونما میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کرنے
کے بعد گھرواپس آئے تو وہ اس قسم کے سوالات کی بوچھاڑ نہ کر دے کہ تم نے اتنی
دیر کیوں لگائی ؟ وہاں کس قماش کے لوگ جمع تھے ؟ یہ نئی گھڑی تم نے کہاں سے لی
ہے ؟ تم کس کی موٹر میں بیٹھ کر گھر آئی ہو ؟

ریشیاں : تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ میرا نشوونما بالکل اُلٹا ہونا چاہیے۔
۹ : ارے آپ ناراض ہو گئیں ؟

ریشیاں : مجھے تم سے نفرت ہے (منہ پھیر لیتی ہے)۔ مگر سے سے خود دار ہوتا ہے۔
۱۰ : ابھی اب چلو !

جھنڈو : نہیں بر خور دار ؟ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ رمضان تمہارے لئے مٹھائی لینے گیا ہے۔

۱۱ : نہیں نہیں، ہمیں دیر ہو رہی ہے (اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) چلو کامریڈ !

جھنڈو : بہت اچھا۔ تمہاری مرضی ؟ (اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ۹ بھی اپنی سائیکل پکڑ لیتی ہے)

۱۲ : (ریشیاں سے) کامریڈ ریشیاں ! خدا حافظ۔ (ریشیاں گھور کر اُس کی طرف دیکھتی ہے۔

لیکن کوئی جواب نہیں دیتی۔ ۱۱ اُٹھ کر جھنڈو کی طرف دیکھتا ہے)۔

۹ : چلو کامریڈ ! (۹ اور ۱۱ چل پڑتے ہیں اور جھنڈو اُن کے ساتھ صحن سے باہر نکلتا

ہے۔ گلی میں جھنڈو یکے بعد دیگرے اُن کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔

جھنڈو: (۹ سے مخاطب ہو کر) برخوردار! میں اب تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور یہاں میری کوئی عزت نہیں۔ اگر میں ریشیاں کے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فیصلہ بھی کر دیتا تو یہاں مجھے طعنہ دینے والا کوئی نہ تھا۔ لیکن میں ایک باپ ہوں اور ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کی اولاد عزت کی زندگی بسر کرے۔ رمضان کے متعلق مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ ریشیاں کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن ریشیاں کو اُس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ تھا۔ جب میں نے تمہیں ٹرک پر دیکھا تھا تو مجھے یہ خیال آیا تھا کہ شاید اب ریشیاں کے لئے اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ ریشیاں کے خیالات مجھے معلوم تھے۔ وہ چند مرتبہ سینما دیکھنے کے بعد کافی بے وقوف بن گئی تھی۔ وہ بہت ضدی ہے اور مجھے ڈرتھا کہ اگر تم اُسے ورغلانے میں کامیاب ہو گئے تو میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔

۹: چچا جھنڈو! اگر آپ ہمیں اس قدر ذلیل سمجھتے تھے تو ہمیں اپنے گھر کیوں لائے تھے؟ جھنڈو: اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مجھے رمضان کے متعلق بھی یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ وہ سچ ماہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہمارے ساتھ پھر رہا ہے۔ لیکن ریشیاں کے متعلق اُس نے کبھی کھل کر کوئی بات نہیں کی۔ جب وہ تمہیں دیکھ کر پریشان ہوا تھا تو مجھے یہ خیال آیا تھا کہ شاید اب وہ کھل کر بات کرنے پر مجبور ہو جائے۔ تمہیں اپنے گھر لے جانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ مجھے اس بات کا ہول آنے لیقین تھا کہ تم کوئی داہیات حرکت کر بیھو گے اور یہ معاملہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

۹: میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کوئی داہیات حرکت نہیں کی۔

جھنڈو: برخوردار! میں نے رات کے وقت تمہاری ساری باتیں سُنی تھیں۔

۹: اور آپ کو معلوم تھا کہ رمضان بھی صحن میں کھڑا ہماری باتیں سن رہا ہے؟

جھنڈو: ہاں مجھے یقین تھا کہ وہ گھر نہیں جائے گا۔

۹: ریشیاں کو بھی یہ معلوم تھا کہ وہ باہر کھڑا ہے؟

جھنڈو: ہرگز نہیں۔

۱۰: اچھا چچا جھنڈو! یہ تو تیسرے کہ میرے ساتھی نے کونسی واہیات بات کی تھی؟
جھنڈو: تمہارا ساتھی تمہیں جو کہانی سناتا تھا وہ ساری کی ساری واہیات تھی۔ اگر اُسے ریشیاں کے خیالات سے تھوڑی بہت واقفیت ہوتی تو اُسے یہ کہنا چاہیے تھا کہ وہ عاشق نوجوان لڑکی کے باپ کے پاس جاتا ہے اور اُسے یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے لچھن اچھے نہیں لگتے، اس کے گلے میں رتا ڈالو۔ ورنہ میں اس کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں اُسے دو وقت کی روکھی سوکھی روٹی اور کپڑا دے سکتا ہوں اور میں اس بات کی گنجائش لیتا ہوں کہ یہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے گی، پورنہ کاتے گی اور جھاڑو دیکھنے لگے گی۔

۹: اور تم اس بات پر خوش ہو جاتے؟

جھنڈو: مجھے کیا خوش ہونا تھا۔ میں نے تو تمہیں دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ تم ریشیاں کے لئے موزوں نہیں ہو۔ لیکن اگر تم اس قسم کی باتیں کرتے تو ریشیاں یقیناً بے وقوف بن جاتی۔
برخوردار! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔
۹: چچا جھنڈو! تم نے ایک آرٹسٹ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ تم بہت رحمت پسند ہو۔

جھنڈو: (سنہٹے ہوئے) اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں تو تم قلعی پر ہو۔ میں اپنے وقت میں تم دونوں سے زیادہ بے وقوف تھا۔ میں نے تمام وہ کام کئے ہیں جو تم کرنا چاہتے ہو۔ (تہقیر لگاتا ہے) ۹ اور مناجاد جو اس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر جلدی سے اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو کر بھاگ

نکلے ہیں۔ جھنڈو کچھ دیر تو قف کے بعد صحن میں داخل ہوتا ہے۔ اور ریشماں جو دروازے کے ساتھ کھڑی ہے بھاگ کر کھاٹ پر جا بیٹھتی ہے۔

جھنڈو : ریشماں ! خدا کا شکر ہے کہ تمہیں جلد ہی سمجھ آگئی۔ وہ تو بالکل اُلٹے تھے۔

ریشماں : بابا ! وہ اپنا سامان یہاں کیوں چھوڑ گئے ہیں ؟

جھنڈو : بیٹی ! یہ ایک ایسی بات ہے جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔

ریشماں : بابا ! وہ کوئی شرارت تو نہیں کریں گے ہمارے ساتھ ؟

جھنڈو : شرارت ! وہ کیا شرارت کر سکتے ہیں۔ ہم نے اُن کا کیا بگاڑا ہے ؟

ریشماں : بابا ! ہم اُن کا سامان اپنے گھر میں نہیں رکھیں گے۔

(رمضان کاغذ میں مٹھائی لئے داخل ہوتا ہے۔)

رمضان : وہ کہاں گئے ؟

جھنڈو : بیٹا وہ چلے گئے۔

رمضان : لیکن ان کا سامان یہاں پڑا ہے۔

جھنڈو : وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس سامان کی ضرورت نہیں۔

رمضان : یہ اُن کی بدعاشی ہے چچا ! وہ اپنا سامان لینے کے بہانے دوبارہ یہاں آکر آپ کو پریشان کریں گے۔

جھنڈو : بیٹا ! تم اطمینان رکھو مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔

رمضان : تو پھر یہ سامان چوری کا ہوگا۔ یہ لوگ یقیناً ہمیں کسی مصیبت میں پھنسا دیں گے۔

جھنڈو : وہ ابھی اوڑے پر نہیں پہنچے ہوں گے۔

رمضان : میں ابھی یہ سامان پہنچا کر آتا ہوں۔ (جلدی سے ہارمونیم، طبلے، چٹا وغیرہ اٹھا لیتا ہے۔)

جھنڈو : بیٹا ! یہ طبلے رہنے دے۔ ہم کسی اور کو دے دیں گے۔

رمضان : نہیں چچا ! (بھاگتا ہوا باہر نکل جاتا ہے۔)

گیارہواں منظر

سڑک کے کنارے موٹروں کے اڈے پر ایک بس کھڑی ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر ایک وکیل کا منشی اخبار پڑھ رہا ہے۔ ڈرائیور کے پیچھے ایک طرف کلرڈ ۹ اور بنا بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ایک عمر رسیدہ دیہاتی اور اس کی بیوی تشریف فرما ہیں۔ ۹ کھڑکی سے سرنکال کر باہر جھانک رہا ہے اور اس کے پیچھے تیسری سیٹ پر ایک سکول ماسٹر بیٹھا ہوا ہے۔ موٹر کی باقی تمام سیٹیں بھی مسافروں سے بھری ہوئی ہیں۔ عمر رسیدہ دیہاتی جو اپنی بیوی کے ساتھ سٹا کے بائیں ہاتھ بیٹھا ہوا ہے ایک ہاتھ میں بوسیدہ سا حلقہ تھامے ہوئے ہے۔

دیہاتی: (چند کش لگاتے کے بعد حقے کی نئے سٹا کی طرف بڑھاتے ہوئے) لو بابو جی حقہ پیو!

سٹا: جناب شکریہ! میں حقہ نہیں پیتا۔

وکیل کا منشی: (سڑک کے پیچھے دیکھتے ہوئے) بھئی احتیاط کرنا کہیں موٹر کو آگ نہ لگا دیتا۔

دیہاتی: منشی جی! آپ فکر نہ کریں (حقے کی نئے دوبارہ اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے۔)

کلینر: (پیچھے سے موٹر کا دروازہ بند کرتے ہوئے بلند آواز میں) چلو جی!

۹۔ : (تا کا بازو پکڑ کر بھجنھوڑتے ہوئے) کامریڈ! ادھر دیکھو خدا اُسے غرق کرے وہ ہمارے سامان کے علاوہ اپنے ملیوں کی جوڑی بھی اٹھائے بھاگا آ رہا ہے۔
 ۱۰۔ : (آگے جھاک کر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے) کون آ رہا ہے؟
 ۹۔ : اچھے یار! وہی رمضان۔

(ڈرائیور سامان بجا کر انجن سٹارٹ کرتا ہے۔ رمضان ہانپتا ہوا بس کے قریب پہنچتا ہے۔)

رمضان : ٹھہرو جی ٹھہرو!

ڈرائیور : بھئی جلدی سے بیٹھ جاؤ۔

کلینر : چلو جی! ہمارے پاس جگہ نہیں ہے۔

رمضان : بھئی مجھے جگہ کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ سامان پہنچانے آیا ہوں۔

ڈرائیور : کس کا سامان؟

رمضان : یار! لاہور کے دو مسافر اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں۔

کلینر : چلو جی! یہ خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے۔

رمضان : (کھڑکی کے قریب آ کر کامریڈ ۹ اور تا کی طرف دیکھتے ہوئے) ڈرائیور صاحب

ٹھہرو! وہ یہیں ہیں (۹ سے) یہ اپنا سامان لے لو جی!

۹ : بھئی ہم اپنی خوشی سے یہ چیزیں تمہیں دینا چاہتے ہیں۔

رمضان : یہ مہربانی کسی اور پر کرو جی!

۱۰ : دیکھو بھئی رمضان! ہمیں اس سامان کی ضرورت نہیں۔ اسے واپس لے جاؤ!

رمضان : (سامان نیچے رکھ کر کھڑکی کے ساتھ منہ لگاتے ہوئے دبی زبان سے) دیکھو جی!

پہلے مانسوں کی طرح اپنا سامان لے لو۔ ورنہ میں سب کو تباہ دوں گا۔

۹ : کیا تباہ دوں گے؟

رمضان: (سرگوشی کے انداز میں) میں یہ بتاؤں گا کہ تم چوری کا مال چچا جھنڈو کے گھر پھینک کر بھاگ آئے ہو۔

۹۔ یہ جھوٹ ہے اور یہ طبلے تو ہمارے ہیں بھی نہیں۔

رمضان: طبلے تو خیر ہم نے دئے ہیں لیکن باقی سامان کے متعلق جھوٹ سچ ابھی ظاہر ہو جائیگا۔
تھانہ یہاں سے بالکل قریب ہے۔

(کامرنڈ بد جو اس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ پس چل پڑتی ہے)

رمضان: یار ذرا روکو موٹر کو (جلدی سے ہارمونیم اور چٹا اٹھا کر ۹ کی گود میں پھینک دیتا ہے۔ اتنی دیر میں موٹر چند قدم آگے نکل جاتی ہے۔ رمضان مڑ کر طبلے اٹھاتا ہے اور بھاگ کر یکے بعد دیگرے موٹر کے اندر پھینکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک طبلہ کھڑکی کے راستے مٹا کی گود میں جا گرتا ہے لیکن دوسرا اس سے پیچھے دوسری کھڑکی کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسکول ماسٹر کے سر سے ٹکراتا ہوا ایک دیہاتی کے پاؤں میں جا گرتا ہے۔ اسکول ماسٹر اپنا سر سہلاتا ہوا غضب ناک ہو کر باہر دیکھتا ہے۔ دوسرے مسافر قہقہے لگاتے ہیں) ماسٹر: اندھا، غلیٹ، بد معاش! ڈرائیور موٹر کو روکو۔ میں اُسے پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔ کلینر: (آگے بڑھ کر) جناب! جانے دیجئے۔ یہ کوئی پاگل ہے۔

(اسکول ماسٹر کے ساتھ بیٹھا ہوا مسافر ٹھک کر نیچے سے طبلہ اٹھاتا ہے اور مٹا کی گود میں رکھ دیتا ہے۔ ۹ اپنی گود میں پڑا ہوا سامان اتار کر نیچے رکھ دیتا ہے)۔ حقہ پینے والا دیہاتی (متا سے) بھائی صاحب! تم بھی یہ طبلہ نیچے رکھ دو۔ یہاں کسی کی شادی پر آئے تھے؟

(متا غصے کی حالت میں ایک طبلہ اٹھاتا ہے اور کھڑکی کے راستے باہر پھینک دیتا ہے۔ مسافر قہقہہ لگاتے ہیں)۔

دیہاتی: (اپنے ہتھ کی تے ایک طرف کرتے ہوئے) بھائی تم سچ سچ پاگل ہو۔

(منا دوسرا طبیلہ اٹھاتا ہے لیکن دیہاتی جلدی سے اٹھ کر اُس کے ہاتھ پکڑ لیتا ہے)۔

دیہاتی : ارے یار! کیا کر رہے ہو تم؟ اس طرح تو کوئی پاگل بھی اپنا نقصان نہیں کرتا۔

منا : باباجی! یہ طبلے ہمارے نہیں۔ وہ ہمارے ساتھ مذاق کرتا تھا۔

دیہاتی : کون مذاق کرتا تھا؟

منا : ارے یار وہی جس نے یہ سامان کھڑکی سے اندر پھینک دیا تھا۔ چھوڑو اسے.....

دیہاتی : بھئی اگر وہ پاگل تھا تو تم ہی ہوش سے کام لو۔

کلینر : ارے بابا! لڑتے کیوں ہو؟

دیہاتی : ارے یار! کون لڑتا ہے۔ میں تو اسے طبلہ باہر پھینکنے سے روک رہا ہوں۔

(زور سے جھٹکا دے کر طبلہ پھینکنے کی کوشش کرتا ہے۔ طبلہ منہ کی گرفت سے نکل

کر سکتے کے ساتھ ٹکراتا ہے اور سحّے کی چلم دیہاتی کی بیوی کے پاؤں میں گر پڑتی ہے)۔

عورت : ہائے میں مر گئی۔ میں جل گئی (مسافر شور مچاتے ہیں۔ دیہاتی اور کلینر سیدٹ کے

نیچے پھرے ہوئے انگاروں کو مسلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈرائیور مسافروں کے شور

سے بدحواس ہو کر پیچھے دیکھتا ہے۔ موٹر کے سامنے ایک ٹرک آجاتا ہے)۔

کیل کا نشی : ارے! ارے! بچو!

(ڈرائیور ٹرک کی طرف دیکھتا ہے اور ٹرک کے بالکل قریب اسٹیرنگھا کر بس کا رخ بدل

دیتا ہے۔ بس ٹرک سے اتر جاتی ہے۔ ڈرائیور بربیک لگاتا ہے اور بس چند چھوٹی

چھوٹی جھاڑیوں کو روندنے کے بعد ایک لیکر کے درخت کے ساتھ ٹکرا کر رک جاتی

ہے۔ ڈرائیور نیچے اتر کر موٹر کا معائنہ کرتا ہے اور چند مسافر بھی نیچے اتر کر موٹر

کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں)۔

کیل کا نشی : بھئی زیادہ نقصان تو نہیں ہوا؟

ڈرائیور : نشی جی! ایک بتی ٹوٹ گئی۔ مڈگارڈ ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ خبر نہیں آج صبح اُٹھتے

ہی میں نے کس منحوس کا منہ دیکھا تھا۔

اسکول ماسٹر: (۹ اور ۱۰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھائی ان سے زیادہ منحوس اور کون ہو سکتا ہے؟

۹: دیکھئے صاحب! آپ ہماری ہتک کر رہے ہیں۔

اسکول ماسٹر: بیٹا! میں جانتا ہوں تم کون ہو۔

ڈرائیور: (کلینر سے) یار تم کیا دیکھ رہے ہو، پچھلا پہنہ بدل ڈالو۔ اس کا ٹائرنچکر ہو گیا ہے۔

ایک مسافر: بھئی خدا کا شکر ہے کہ ہماری جانیں بچ گئی ہیں (۹ اور ۱۰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ دونوں تو بھلا تھے ہی پاگل، لیکن اس بڈھے سے پوچھو کہ موٹر میں

حقے کی چلم بھر کر سوار ہونا کہاں کی شرافت ہے۔

حقے والا: دیکھو جی! منہ سنبھال کر بات کرو۔ اگر حقے کی چلم گری ہے تو اس سے میری بیوی کے پاؤں جلے ہیں۔ تمہیں اس سے کیا تکلیف ہوئی ہے۔

مسافر: اگر موٹر کو آگ لگ جاتی تو؟

حقے والا: بھئی تم میری چلم پر اعتراض کرتے ہو۔ لیکن ان سے کچھ نہیں کہتے جو طبلے اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔

۱۰: بھئی تم خواہ مخواہ ہر بات میں ٹانگ پھیناتے ہو۔ تمہارا ان طبیلوں سے کیا تعلق تھا؟

حقے والا: (دکیل کے غشی سے) دیکھ لو غشی جی! آج کل کسی کے ساتھ نیکی کرو تو وہ شکر گزار ہونے کی بجائے اُلٹا بال نوچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اسکول ماسٹر: ڈرائیور صاحب! ان دونوں کو اتار دو۔ ورنہ تمہاری موٹر کی خیر نہیں۔

۱۰: دیکھو جی! تم زیادتی کر رہے ہو۔

ماسٹر: واہ بھئی! اُلٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے۔ طبیلوں کے ساتھ موٹر کے اندر والی بال تم

کھیل رہے تھے اور زیادتی میں کر رہا ہوں۔

منشی : بھائی ! لڑو نہیں (منا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے) بھائی صاحب ! میں آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ طبیلوں کے ساتھ آپ کی خفگی کی وجہ کیا تھی ؟

منا : بھائی صاحب ! یہ طبلے ہمارے نہیں تھے۔

منشی : بھئی ہو سکتا ہے کہ یہ طبلے تمہارے نہ ہوں لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تم انہیں دیکھ کر اتنے بدحواس کیوں ہو گئے تھے۔ ان طبیلوں کے ساتھ کوئی ایسا راز ضرور ہے جسے تم چھپانا چاہتے ہو۔ میں گزشتہ بیس سال سے کئی وکیلوں کے ساتھ کام کر چکا ہوں اور میں اپنے تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کسی خطرناک الجھن میں مبتلا ہیں۔ کیوں ڈرائیور صاحب ! آپ بھی کافی عرصہ سے موٹر چلا رہے ہیں آپ نے کبھی کسی مسافر کو بلاوجہ اپنا سامان موٹر سے باہر پھینکتے دیکھا ہے ؟

ڈرائیور : (غور سے انجن کی طرف دیکھتے ہوئے) منشی جی ! آپ انہی کے ساتھ باتیں کریں میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔

۹ : (منا سے دبی زبان میں) دوست ! یہاں سے بھاگو۔ یہ منشی صاحب تو ہماری جان کھا جائیں گے۔ ڈرائیور صاحب ! ہماری سائیکلیں اُتروا دیجئے۔

منشی : کیوں جی ! کیا بات ہے ؟

۹ : کوئی بات نہیں جناب ! ہم نے اپنا پروگرام بدل لیا ہے۔

منشی : بھائی ! آپ کو پروگرام بدلنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے وکیل صاحب بہت ہوشیار ہیں۔ وہ گرفتاری سے پہلے تمہاری ضمانت کروا دیں گے۔

۹ : ہمیں گرفتار کرنے والا کون ہے جی ؟

منشی : بھائی ! ہم نے یہ نہیں کہا کہ تم سچ مچ گرفتار ہو رہے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی خطرہ درپیش ہے تو تمہیں بھاگنے کی بجائے قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیئے۔

ماسٹر : منشی جی ! انہیں جاننے دو۔ ورنہ راستے میں ہماری خیر نہیں۔

منشی : ماسٹر جی ! چلتی موٹر سے طبلے پھینکنا کوئی جرم نہیں۔ آپ ان سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ یہ موٹر سے اتر جائیں۔ میں بیس سال سے قانون کی کتابیں پڑھ رہا ہوں۔

ماسٹر : جناب وہ قانون کی کونسی کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسافر کے پاس طبلے ہوں تو وہ دوسروں کے سر پھوڑ سکتا ہے۔

ایک مسافر : ماسٹر جی ! اگر کسی نے باہر سے طبلہ پھینک کر آپ کا سر توڑنے کی کوشش کی ہے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔

ماسٹر : بھائی صاحب ! وہ ان کا سماجی یا رشتہ دار تھا۔ ورنہ لوگ یونہی کسی کے پاس اپنا سامان چھوڑ کر نہیں بھاگتے۔

۹ : (منا کے کان میں) کامریڈ ! خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو۔

۱۰ : ڈرائیور صاحب ! کلیئر سے کہیے کہ ہماری سائیکلیں اُتار دے۔

کلیئر : بھائی ! میں پیسہ بدل رہا ہوں۔ تم خود ہی اُتار لو اپنی سائیکلیں۔

۹ : (منا سے) میں اوپر چڑھ کر تم کو سائیکل پکڑاتا ہوں۔

منشی : بھائی نہیں، سائیکل اُتارنے کی ضرورت نہیں۔ اس موٹر کے تمام مسافر اس بات کی گواہی دیں گے کہ باہر سے ایک آدمی تمہارے احتجاج کے باوجود چلتی موٹر میں یہ سامان پھینک گیا ہے۔

ماسٹر : لیکن ہم اس بات کی بھی گواہی دیں گے کہ انہوں نے چلتی موٹر سے یہ سامان باہر پھینکنے کی کوشش کی تھی اور اس بات کا خاصا امکان تھا کہ یہ موٹر ٹرک کے ساتھ ٹکرا جاتی اور ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچتا۔

منشی : دیکھئے صاحب ! اگر آپ اپنے کپڑے اُتار کر چلتی موٹر سے باہر پھینک دیں تو آپ کو کون منع کر سکتا ہے۔

ماسٹر: منشی جی! کپڑے اُتار کر پھینکیں آپ! میں کوئی پاگل تھوڑا ہوں۔

منشی: ماسٹر جی! آپ خواہ مخواہ بگڑ گئے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ سچ مچ کپڑے اُتار کر پھینک دیں گے۔ میں تو آپ کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ ان کے طلبہ پھینک دینے سے آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ انہیں موٹر سے اُتار دینے کا مطالبہ کرنے لگ جائیں۔

ماسٹر: بھائی صاحب! میں نے یہ کب کہا ہے کہ وہ ضرور اتر جائیں۔ لیکن اگر وہ اپنی مرضی سے جانا چاہتے ہیں تو آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟

(۹ موٹر کی چھت پر چڑھ کر یکے بعد دیگرے دونوں سائیکلیں نیچے لٹکاتا ہے اور) منہ انہیں باری باری پکڑ کر ایک طرف کھڑا کر دیتا ہے۔

منشی: (ایک سائیکل کے کیرئیر کے ساتھ بندھے ہوئے بھاری بھر کم جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھائی یہ کیا ہے؟

۹: جناب یہ ایک عدد دیسی جوتا ہے۔

منشی: یہ تو میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن یہ ہے کس لئے؟

۹: جوتا کس لئے ہوتا ہے جناب؟

منشی: بھئی میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس جوتے کا صرف ایک پاؤں کیوں اٹھائے پھرتے ہیں؟

۹: (نیچے اترتے ہوئے) یہ ایک تحفہ ہے جناب! (اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) چلو بھائی! (منہ بھی اپنی سائیکل پکڑ لیتا ہے)۔

حقے والا: ارے بھائی! کہاں جا رہے ہو؟ اپنا سامان تو لیتے جاؤ (۹ اور منہ جلدی سے سائیکلوں پر سوار ہو جاتے ہیں)۔

ایک مسافر: ارے یار! یہ سچ مچ پاگل ہیں۔ اپنی روزی کا سامان یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ اور جوتا ساتھ لے گئے ہیں۔

خاکِ خون

نسیم جانی

- میں تمھاری غیرت ہوں، تم میری عصمت کی قسم کھا سکتے ہو۔
- میں وہ بہن ہوں جس کی پکار نے دمشق کے ایوانوں پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔
- محمد بن قاسم کی تلوار کو میں نے بے پیام کیا تھا۔
- سندھ میری خاطر فتح ہوا تھا۔
- میں وہ ماں ہوں جس نے محمود غزنوی کو دودھ پلایا تھا۔
- سومنات کے بت کو توڑنے والے مجاہدوں کو میں نے لوریاں دی تھیں
- میں وہ پٹی ہوں جس کی رگوں میں تیمور کا خون ہے۔
- لال قلعہ میرے لیے تعمیر ہوا تھا۔
- میں نے اس زمین پر صدیوں تیری فتح و نصرت کے گیت گائے ہیں
- اے قوم! دیکھ، میں کون ہوں —

خاکِ خون

مشرقِ خپا ہے میں شہیدوں کے خون کے ہر قطرے کے ساتھ ایکے استانِ خون
 ہے۔ ان سکرا ہٹوں اور قہقروں کے استانِ خون سے ہر سلامِ آتش ہے —
 ان آئینوں کے استانِ خون — جن کے گہرائیوں سے جانے کیے اس
 احساس کے ضرور ہے جو محمد بن قاسم، داتا گنج بخش، آخری چٹان اور
 شامِ حیرت کے مکتبے کلامیہ اتیان زہا
 قیمت پینتیس روپے

قومی کتب خانہ • لاہور

خاک و خون

نسیم جانی

- میں تمھاری غیرت ہوں، تم میری عصمت کی قسم کھا سکتے ہو۔
- میں وہ بہن ہوں جس کی پیکار نے دمشق کے ایوانوں پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔
- محمد بن قاسم کی تلوار کو میں نے بے پیام کیا تھا۔
- سندھ میری خاطر فتح ہوا تھا۔
- میں وہ ماں ہوں جس نے محمود غزنوی کو دودھ پلایا تھا۔
- سومنات کے بت کو توڑنے والے مجاہدوں کو میں نے لوریاں دی تھیں
- میں وہ بیٹی ہوں جس کی رگوں میں تیمور کا خون ہے۔
- لال قلعہ میرے لیے تعمیر ہوا تھا۔
- میں نے اس زمین پر صدیوں تیری فتح و نصرت کے گیت گائے ہیں
- اے قوم! دیکھ، میں کون ہوں —

خاک و خون

مشرق و غبارے میں شہیدوں کے خون کے ہر قطرے کے ساتھ ایک اُستادِ فن ہے۔
 ان سکراہٹوں اور قہقروں کے اُستادِ فن ہے ہر مسلمانِ آشنایہ —
 ان آنسوؤں کے اُستادِ فن ہے جو تجھ پر قاسم، داتا، غیاث، آخری چٹان اور
 شامِ حیدر کے مصنف کے مایہ امتیاز رہے! قیمت پینتیس روپے

قومی کتب خانہ • لاہور